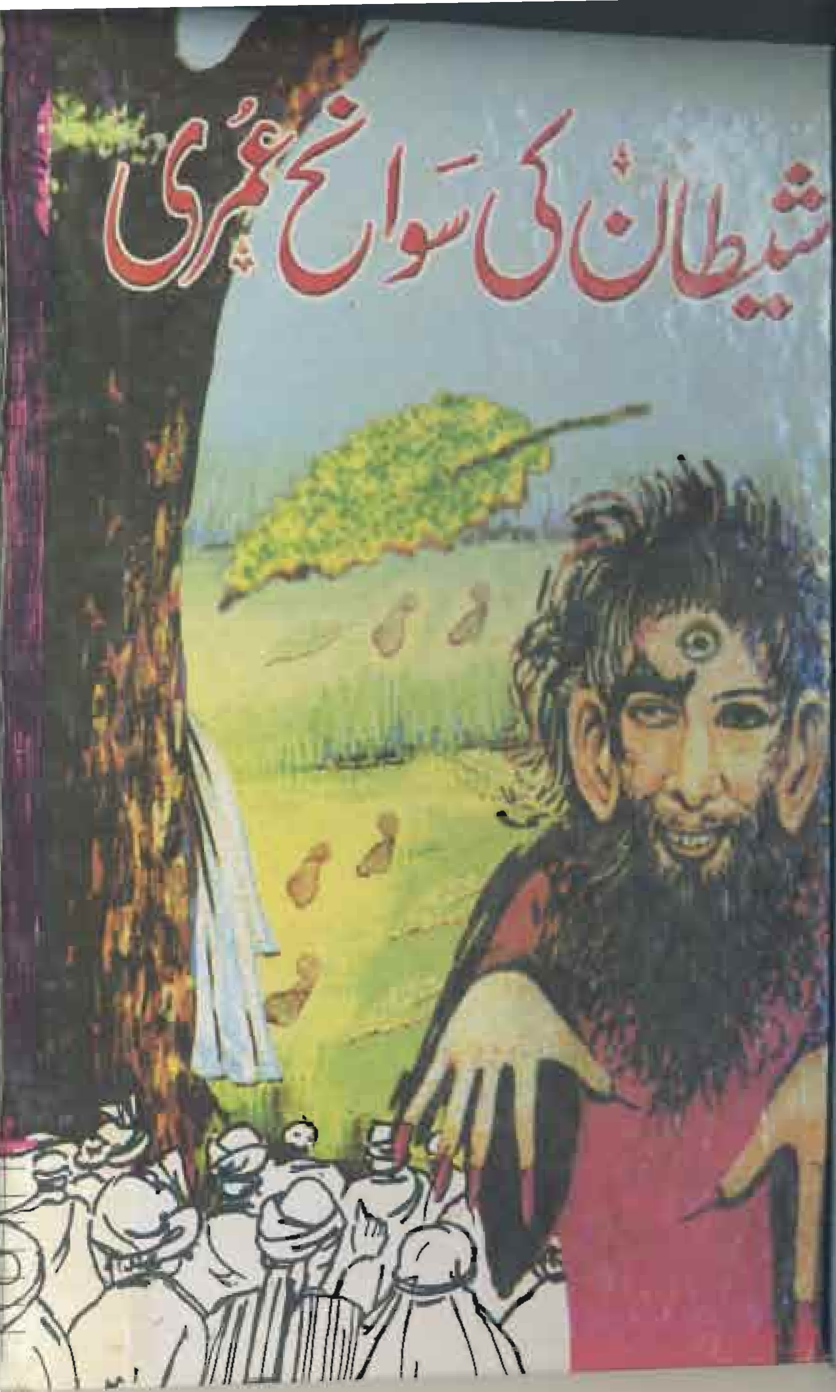

شیطان کی سوانح عمری

HEALING CENTRE
45 Bunyard Street
Cheeham Hill
Manchester M8 7RE
Tel: 0161-205-6267

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت	......	نومبر 1999ء
تعداد	......	1000
قیمت	......	-/95 روپے
ڈیزائننگ، کمپوزنگ	......	اقبال لیزر کمپوزنگ، کراچی فون : 7763165
پرنٹر	......	الجنت پرنٹنگ پریس کراچی فون : 7773380
پبلشرز	......	ہیلنگ سینٹر 45جیارڈ اسٹریٹ چیتھم ہل، مانچسٹر فون : 0161 205 6267

دیباچہ

شیطان کی سوانح عمری

حضور قلندر بابا اولیاءؒ پاکستان بننے کے بعد پہلے راولپنڈی تشریف لے گئے وہاں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد کراچی کو اپنا مسکن بنایا اور اردو ڈان میں سب ایڈیٹر کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد کچھ مختلف رسائل اور ہفت روزہ میں کہانیاں قلمبند کیں۔ شاعرانہ کلام کی اشاعت کے ساتھ غیر معمولی افسانے بھی لکھے۔ ماہنامہ نقاد کراچی میں ملازمت اختیار کی اس زمانے میں نقاد میں **ایک** سلسلہ وار کہانی شیطان کی سوانح عمری کے عنوان سے قسطوں میں چھپنا شروع ہو گئی۔ شیطان کی سوانح عمری اور سٹے کی بنیاد پر ماہنامہ نقاد عوام میں بے انتہا مقبول ہوا۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب بتاتے ہیں کہ میرا چشم دید ہے کہ ماہنامہ نقاد کے دفتر کے سامنے لوگوں کی بڑی بڑی قطاریں لگی رہتی تھیں۔ شیطان کی سوانح عمری اس قدر دلچسپ اور حیرت انگیز ہے کہ پڑھنے کے بعد ذہن کے دریچے کھل جاتے ہیں اور عام پڑھا لکھا آدمی بھی علم کے ذخیرے سے مستفیض ہو کر اپنے اندر علم کا سمندر موجزن دیکھتا ہے۔

برسوں کی تلاش کے بعد یہ کتاب ایک لائبریری میں ملی تو میں نے محسوس کیا کہ اس کتاب کو منظر عام پر آنا چاہئے تاکہ لوگوں کی علمی استعداد میں اضافہ ہو۔ کتاب کی اشاعت میں یہ جذبہ بھی کارفرما ہے کہ یہ کتاب مرتبہ جناب ظفر نیازی اس وقت طباعت سے آراستہ ہوئی جب حضور قلندر بابا اولیاءؒ ماہنامہ نقاد میں کام کرتے تھے۔ مرحوم محترم ظفر نیازی صاحب (اللہ ان کی مغفرت فرمائے) اور ان کے صاحبزادگان کے شکریہ کے ساتھ شیطان کی سوانح عمری پیش خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے خاص و عام کے لئے قبول فرمائے۔

نثار احمد عظیمی
ہیلنگ سینٹر 45 بیارڈ اسٹریٹ
چیتھم ہل مانچسٹر 8

فہرست عنوانات کتاب ہٰذا

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
اشاعت کا راز	٥	خدا کا وائسرائے	٦٨
گذارش	٧	سب سے پہلا شیطانی خیال	٧١
ترتیب	٢٠	دوسرا شیطانی خیال	٧٢
پیدائش	٢١	جبرائیل کی پیدائش	٧٣
دنیا کی ابتداء	٢٥	اللہ میاں کی دعوت	٧٦
آسمانی دنیا کا معرکہ	٣٧	حضرت آدم کا پتلہ	٨٠
حسب و نسب	٤١	مٹی کے پتلہ میں روح کا پہلا قدم	٨٤
ماں باپ کا حال	٤٣	گیہوں کا درخت	٨٧
میری عمر کا ابتدائی حصہ	٤٦	اللہ میاں کا پروگرام	٨٩
آسمان کی حکومت	٤٩	پہلی سزا	٩٣
پہلے آسمان پر	٥١	میری چار خواہشیں	٩٦
دوسرے آسمان پر	٥٣	موقع کی تلاش	٩٩
تیسرے آسمان پر	٥٣	بی بی حوا سے ملاقات	١٠٤
چوتھے آسمان پر	٥٤	عورت کی پہلی غلطی	١١٣
پانچویں آسمان پر	٥٥	احکم الحاکمین کی عدالت	١٢٣
چھٹے آسمان پر	٥٦	مجرموں کی حاضری	١٢٤
ساتویں آسمان پر	٥٦	آدم کی سزا	١٢٦
جنت	٥٧	حوا کی سزا	١٣٠
پہلا پیغمبر	٦٠	طاؤس کی سزا	١٣٣
اسسٹنٹ پیغمبروں کی روانگی	٦٣	حیہ کی سزا	١٣٧

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۵۶	انجیر کی مجھ سے مخالفت	۱۳۹	انجیر و عود کی سزا
۱۵۸	میری شخصیت کا تعین	۱۴۰	میری سزا
۱۶۰	دنیا میں میرا پہلا کارنامہ	۱۴۲	ہم سبکی ایکدوسرے سے مخالفت
۱۶۳	دنیا کا پہلا قتل	۱۴۳	آدم و حوا کا جذبہ انتقام
۱۶۶	مذہب آتش پرستی	۱۴۳	آدم کی مجھ سے مخالفت
۱۷۳	مذہب بت پرستی	۱۴۴	آدم کی مور سے مخالفت
۱۷۶	بت پرستی کا رواج	۱۴۵	آدم کی سانپ سے مخالفت
۱۸۱	میری زندگی کے کارنامے	۱۴۵	آدم کی انجیر اور عود سے دوستی
۱۸۳	طوفان نوح	۱۴۶	مور کا جذبہ انتقام
۱۸۶	اللہ مجھے معاف کرنا چاہتے تھے	۱۴۷	مور کی آدم و حوا سے مخالفت
۱۸۹	میرے مشہور کارناموں کی تفصیل	۱۴۷	مور کی جیہ سے مخالفت
۱۹۲	مسلمانوں کے ۷۲ فرقے	۱۴۸	مور کی انجیر اور عود سے مخالفت
۱۹۳	فرقہ جبریہ	۱۴۹	مور کی مجھ سے مخالفت
۱۹۵	فرقہ قدریہ	۱۴۹	جیہ کا جذبہ انتقام
۱۹۷	فرقہ جہمیہ	۱۵۱	جیہ کی آدم سے مخالفت
۲۰۰	فرقہ مرجیہ	۱۵۲	جیہ کی طاؤس سے مخالفت
۲۰۲	فرقہ خارجیہ	۱۵۲	جیہ کی انجیر و عود سے مخالفت
۲۰۳	فرقہ رافضیہ	۱۵۳	جیہ کی مجھ سے مخالفت
۲۰۶	ان کے علاوہ گیارہ فرقے	۱۵۳	انجیر اور عود کا جذبہ انتقام
۲۰۷	میرے ناموں کی تعداد	۱۵۳	انجیر کی آدم حوا سے مخالفت
۲۱۰	شیاطین کی تعداد	۱۵۳	انجیر کی طاؤس سے مخالفت
۲۱۲	آج کل کیا کر رہا ہوں	۱۵۵	انجیر کی جیہ سے مخالفت

اس کتاب کی اشاعت کا راز

انسانوں کی ایک محفل میں گناہوں کا ذکر چھڑ گیا ایک بولا اگر دنیا میں شیطان کا وجود نہ ہوتا تو کوئی شخص گناہ نہ کرتا۔ دوسرے نے کہا۔ شیطان کو کیوں بدنام کرتے ہو، گناہ خود انسان کرتا ہے شیطان کا اس میں کیا قصور۔؟

بات کہیں سے کہیں پہنچ گئی سوال اٹھا یہ شیطان ہے کیا بلا۔ کسی نے کہا فرشتہ تھا، کسی نے کہا جن تھا کوئی بولا فرشتوں کا استاد ہے۔ آدم کو جنت سے نکلوادیا اور اب دنیا میں لوگوں سے گناہ کرا رہا ہے۔ یقین کے ساتھ شیطان کے متعلق کوئی کچھ نہ بتا سکا۔

دوستوں میں سے ایک بولا یار دنیا میں ہزاروں انسانوں نے اپنی سوانح عمریاں شائع کیں، فرشتوں کی دنیا میں کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ کم سے کم یہ معلوم تو ہوتا یہ لوگ کون ہیں۔ اور یہ جو ان کا استاد مشہور

ہے آخر کیا ایسی پڑی کہ بیچارا اتنا بد نام ہو رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کی دنیا اپنے اعمال نامے انسانوں کے سامنے رکھتے شرماتی ہے۔ ضرور کوئی نہ کوئی خامی ہو گی۔

شیطان بھی کہیں چھپا کھڑا تھا وہ ہنسا اور اس نے کہا ہم لوگ انسانوں کی طرح جھوٹ نہیں بولا کرتے اگر تم ہماری سوانح عمری ہی دیکھنا چاہتے ہو تو کل صبح اپنی میزوں پر یہ کتاب دیکھ لینا۔

اگلی صبح انسانوں کی دنیا میں ایک حیرت انگیز کتاب "شیطان کی سوانح عمری" بڑی دلچسپی سے پڑھی جا رہی تھی۔ لوگ انگشت بدنداں تھے اور کہیں دور سے شیطان کے قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

شیطان کی سوانح عمری

شیطان نے خود اپنی زبان میں اپنی سوانح عمری اس طرح شروع کی۔

گذارش

کیوں صاحب! جب ہمارے ہاتھوں سے بنائے ہوئے مٹی کے کھلونے دنیا میں آ کر اپنی اپنی سوانح عمریاں شائع کرتے ہیں تو فرشتوں اور ان کے ساتھیوں نے کسی کا بیل تھوڑی مارا ہے کہ زبان اور قلم پر تالا لگائے بیٹھے رہیں ہم کیوں نہ اپنی زندگی کے حالات لکھیں اور کیوں نہ اسے شائع کریں۔

آج تک کسی جن یا فرشتہ نے اپنی سوانح عمری شائع نہیں کی۔ کیوں نہیں کی۔ یہ ایک راز ہے اور رکھا گیا ہے۔ دنیا میں رہنے والے کم سمجھ انسان اسے نہیں جانتے اور نہیں جان سکتے۔ خاک کی بنی ہوئی عقل کیا خاک سمجھے گی کہ یہ نوری اور ناری دنیا آج تک اپنی اپنی سوانح

حیات لکھنے سے کیوں گریز کرتی رہی یہ موٹی عقل کے پتلے شاید یہ سمجھتے ہیں کی جنوں اور فرشتوں کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا یا انہیں لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن یاد رہے کہ ہم نے مٹی کے پتلوں سے پہلے کھانا سیکھا ہے پہلے بولنا سیکھا ہے۔ اگر کسی کو یہ غرور ہے کہ دنیا کا بے بضاعت انسان کسی معمولی سے معمولی فرشتے کا بھی مقابلہ کر سکتا ہے تو یہ انسان کی لکھو کھا حماقتوں میں سے ایک اہم حماقت اور نادانی ہے۔

ہم بہت دن چپ رہے بہت دن تک انسان کی ہوائی تعلّیوں کو دیکھتے رہے اپنے منہ میاں مٹھو بننا سب کو آتا ہے سب بن سکتے ہیں لیکن کہنے اور کرنے میں بہت فرق ہے یہ بے سر و سامانی انسان کہتا ہے کہ فرشتے ہماری برابری نہیں کر سکتے اور غرور کرتا ہے کہ انسان کو خدا نے اپنا خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا ہے اشرف المخلوقات ٹھہرایا ہے افضل الکائنات فرمایا ہے، فرشتوں کا مسجود بنایا ہے۔

ابھی اگر قلعی کھول کر رکھ دوں تو ساری کرکری ہو جائے اللہ نے اپنی کریمی کے صدقہ میں اپنا خلیفہ کہ دیا تو کم ظرف انسان جامہ سے باہر ہوا جاتا ہے اشرف المخلوقات اور افضل الکائنات فرما دیا تو اس

کی گردن میں ایک مستقل ہڈی پیدا ہو گئی جو گردن کو جھکنے ہی نہیں دیتی مسجود بنا دیا کہ اب اسکی نظر میں ساری کائنات حقیر ہو رہی ہے۔

ارے واہ رے تیری کم ظرفی۔ اتنی سی بات میں لبلا پڑتا ہے دو آنکھیں ہونے پر بھی تیری کور چشمی کی یہ حالت ہے، ہمیں دیکھ او کم ظرف ہمیں دیکھ۔ تو تین دن کی پیدائش ہے۔ ابھی تیرے منہ سے دودھ کی بو آ رہی ہے عالی ظرفی دیکھنی ہے تو کبھی فرشتوں کی دنیا میں آ۔ اپنے ساتھ آنکھیں لا اور دیکھ کہ جنہیں قربِ الٰہی میسر ہے، جنہیں دیدارِ خداوندی حاصل ہے، جنہیں عرش کی دربانی میسر ہے دیکھ اور اچھی طرح دیکھ کہ ان عالی مرتبوں کے باوجود وہ اپنا ایک ایک لمحہ عبادتِ خداوندی میں صرف کر رہے ہیں۔ مومنیت کی معراج بھی دیکھ وہ خدا کے خلیفہ بھی نہیں ہیں، اشرف المخلوقات بھی نہیں، اور جو کچھ تو ہے یا بزعمِ خود بنتا ہے وہ بھی وہ نہیں ہیں۔ لیکن اظہارِ مومنیت دیکھ اور شرما جا۔ آج تو ان سبکو سجدہ میں دیکھتا ہے، یہ آج سے نہیں ازل سے سجدے میں ہیں اور ابد تک سجدہ ہی میں رہیں گے انہیں انکے خالق نے ایک دولت عشق کی ہے اپنے قریب جگہ دی ہے اس ایک احسان پر انکی پیشانیاں اس چوکھٹ سے قیامت تک نہیں اٹھ سکتیں۔ اب ذرا اپنے

گریبان میں منہ ڈال۔ ذرا تصور کر۔ تو آج اپنی ذات کو کیا کیا سمجھتا ہے۔ خود تجھے اعتراف ہے کہ خدا نے تجھے سب کچھ بنایا ہے اور اب جھک کر میرے کان میں ہی کہہ دے کہ کبھی تو نے بھی اظہارِ مومنیت کے لئے اپنا ماتھا ٹکا ہے۔ کبھی یہ پیشانی خدا کے حضور میں اس لئے بھی جھکی ہے کہ تجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اشرف المخلوقات بنایا ہے اور نہ جانے کیا کیا بنایا ہے۔ شرما جا او چھوٹی چادر والے، اور اعتراف کر لے کہ جو تو ہے وہ ظاہر نہیں ہے اور جو ظاہر ہے وہ تو نہیں ہے۔

ان فرشتوں کو دیکھ جو کچھ ہیں اور نہیں کہتے کہ کچھ ہیں۔ ان کے اعمال کو دیکھ۔ سزا اور جزا کا خیال کئے بغیر وہ کر رہے ہیں جو انہیں کرنا چاہئے اور اپنی دنیا کو دیکھ۔ انکے اعمال کو دیکھ وہ کس لئے دنیا میں ہوئے ہیں اور کیا کر رہے ہیں اور اس پر بھی یہ دعویٰ کہ انسان فرشتے سے افضل ہے ساری کائنات سے افضل ہے۔

بڑا تیر مارا اگر دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ ماتھا جھکا لیا۔ گویا خدائی پر کوئی بڑا احسان کر رہا ہے۔ کیا بتاؤں کوئی ایسا موقع نہیں آتا کہ انسان اور فرشتہ کا مقابلہ کیا جا سکے ورنہ ایک لمحہ میں بتا دیتا کہ تیری بساط کیا ہے اور تو کتنے پانی میں تیر رہا ہے۔

آج ہزار ہا سال کے بعد اپنے سینے کا ایک دبا ہوا راز ظاہر کرنے کے لئے مجبور ہو رہا ہوں، وقت مجبور کر رہا ہے تاکہ تجھے بیداری کی نیند سے ہوشیار کر دوں تو جاگتے میں سو رہا ہے عالم ہوش میں بھی بے خبر ہے آج سنائے دیتا ہوں وہ راز جسے میں نے بہت دن سے چھپا رکھا تھا جی تو نہیں چاہتا تھا کہ تو اسی طرح سوتا رہے اسی طرح بے خبری کی دنیا میں سانس پورے کر لے لیکن کیا کروں میری برادری پر الزام آ رہا ہے، میرے بھائی بندوں پر تہمتیں لگ رہی ہیں میرے ساتھیوں کی بدنامی ہو رہی ہے، میرے پرانے دوستوں پر تیرے تعصب اور غرور کے آرے چل رہے ہیں اب چپ نہیں رہا جاتا زبان اور دل میرے قابو سے باہر ہوئے جا رہے ہیں اور وہ ایک ایسی بات ظاہر کرنے والے ہیں جسے میں نے سینے کی انتہائی گہرائیوں میں چھپا رکھا تھا۔

تجھے مدتیں ہو گئیں انسان اور انسانیت کے نام پر کاروبار کرتے ہوئے لیکن یہ تو سوچ کہ تو انسان بھی ہے یا نہیں تجھ میں انسانیت بھی ہے یا نہیں! نادان بحث چھیڑنے سے پہلے ذرا اپنے وجود سے بحث کر لی ہوتی ذرا اپنی ذات کو پہچان لیا ہوتا، جس نام پر تو لڑ رہا ہے جس چیز کو تو فضیلت دے رہا ہے وہ کہاں ہے کس کے پاس ہے ذرا پہلے اسے تو تلاش

کر، جب ہی تو کہتا ہوں کہ خاک کی بنی ہوئی خاکی پتلے کی عقل بھی اندھی ہے اب عقل کا رونا بھی نہ رو بلکہ جاتے ہوئے احساس کا دامن تھام لے اگر یہ بھی نہ رہا تو تو بھی نہ رہے گا۔ دیکھ تیرے احساس کی دھجیاں کیسی پراگندہ ہیں اب بھلا یہ تو سمجھ نادان کہ جب تیرے احساس کا یہ عالم ہے تو تو کیا خاک سمجھ سکتا ہے اپنی بھلائی، برائی کو اور کیا جان سکتا ہے اپنے وجود کی بساط کو، اپنے تغیر اور انقلاب کو جس انسانیت کے نام پر تیرا مدار تھا وہ عرصہ ہوا غرور اور تکبر کے ریگستان میں دفن ہو گئی۔ جو لوگ اسے تلاش کرنے نکلے تھے انھوں نے بھی اپنی عمر کا چڑھاوٴ اس بے نشان مزار پر چڑھا دیا ہے۔ اب تو انسانیت کے مزار پر کتوں کے علاوہ رونے والے بھی کہیں نظر نہیں آتے۔

کیوں؟ سن لی ناراز کی بات۔ ششدر کیوں رہ گیا۔ دکھتی ہوئی رگ تکلیف ہی دیتی ہے۔ تعجب نہ کر، جواب دینے کی کوشش نہ کر۔ یہ دنیا ہے اس میں یہی ہوتا آیا ہے اشرف المخلوقات کا تمغہ لگائے ندامت کی مسند پر بیٹھا رہ اور انقلابات زمانہ دیکھتا جا۔ ناسمجھ انسان فرشتوں سے الجھ کر کیا کرے گا یہ دنیا کے انسان سے کہیں بالاتر ہیں، یہ اپنے پروردگار

کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں انکی قدر و منزل جانتے ہیں، جو کچھ انہیں ملا ہے، ان ہی کے پاس رہے گا اور جو کچھ یہ ہیں یہی رہیں گے اس لئے کہ یہ شکر کرنا جانتے ہیں احساس رکھتے ہیں اور کبھی غرور نہیں کرتے۔ تجھ نام نہاد انسان کی طرح ان کی گردن کبھی نہیں اکڑتی تیرے جیسی احسان فراموشیاں ان کے ضمیر میں نہیں ہیں تیرے جیسا تعصب انکے دل و دماغ پر سوار نہیں ہو سکتا۔ تجھ جیسا غرور کرنا یہ نہیں جانتے انھوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم فرشتے انسانوں سے افضل ہیں ارے نادان انسان تو پھر کچھ ہے انہوں نے تو کسی حقیر مخلوق کو بھی اپنے سے برا نہیں سمجھا اور سمجھا کیا نہیں انہیں کسی کی اچھائی یا برائی پر غور کرنے کا وقت ہی نہیں انکو تو پروردگار کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے ہی سے فرصت نہیں ملتی کسی کی برائی بھلائی میں حصہ کیسے لیں۔

اور ہاں یہ بھی سن لے کہ اگر تیری تسلیاں حدود سے نہ بڑھتیں اور تو انسانیت سے باغی ہو کر فرشتوں کو اور مجھے لعن طعن نہ کرتا یا ہمیں اپنے سے کمتر نہ سمجھتا تو قسم ہے مجھے اپنے پیدا کرنے والے کی کہ میں کبھی تجھے جواب نہ دیتا۔ لیکن وقت استاد ہوتا ہے مجھے

تیری ہوائی پرواز نے ہی مجبور کیا ہے کہ تجھے تیری صحیح بساط کا اندازہ کرادوں اور بتاؤں کہ آج تو انسانیت اور شرف کے نام پر دنیا میں ہوائی گولے چھوڑ رہا ہے ۔ ہر لحاظ سے اور ہر طرح سے میری مٹھی میں سما سکتا ہے اس لئے کہ تیرے پاس وہ چیز ہی نہیں رہی جس کی بنا پر اور جس کے زور پر تو میرا مقابلہ کر سکتا اور ذرا اپنا کان قریب لا تجھے یہ بھی چپکے سے بتادوں کہ تو عرصہ سے میری مٹھی میں ہے میرے اشاروں پر ناچ رہا ہے تا کہ مجھ پہ غرور نہ کرتا ۔ ذرا اپنے اندر دیکھ میں بول رہا ہوں تو تو ایک کاٹھ کے پتلے کی طرح رہ گیا ہے جسے مداری کے اشاروں پر ناچنا پڑتا ہے اب تیرے بال بال پر میری حکومت ہے اور تجھ کم ظرف کے وجود میں سما کر مجھ میں بھی غرور اور تکبر کا مادہ بڑھ گیا ہے اب میں بھی غرور کروں گا اپنے آپ کو ساری دنیا سے افضل سمجھوں گا اور اس بات کو سب سے منوانے کی کوشش بھی کروں گا۔

تیرا ایک نقصان تو ضرور ہوا ہے کہ تجھ میں وہ چیز جاتی رہی جو تیری زندگی کا سرمایہ تھی وہ تعلیم جو تیرے پروردگار نے صرف تجھی کو دی تھی اور جو تیری نجات کا ذریعہ ہو سکتی تھی ۔ لیکن اب تجھے میرا احسان مند ہونا پڑے گا کہ تیری آئندہ زندگی اور اسکے عیب سب کچھ

مجھ سے منسوب ہو جائیں گے ۔ دنیا والے تجھے سیدھا اور سچا کہیں گے ، تیری خطائیں میرے نامہ اعمال میں لکھانے کی کوشش ہو گی اور تیری بھلائیاں صرف تیرے ہی اعمال نامہ میں درج کرائی جائیں گی۔ لیکن مجھے اسکی پرواہ نہیں ہے یہ سب کچھ میں پہلے ہی سے جانتا ہوں جو کچھ ہو گا وہ سب میرے علم میں ہے۔

اچھا یہ بات تو بتا دے یہ جو تو اپنی سوانح عمریاں شائع کرتا ہے اس سے تیرا کیا مقصد ہے۔ کیا سوانح عمری اسی کا نام ہے کہ اپنی زندگی سے ملتی جلتی کچھ جھوٹی سچی تعریفیں ایک جگہ جمع کر کے چھاپ دی جائیں یا کچھ اور بھی مدعا ہے آج کل میں دیکھتا ہوں کہ ہر پیسے والا آدمی اپنی پوری زندگی کتاب کی شکل میں چھاپتا ہے اور دنیا میں پھیلا دیتا ہے آخر اس بات سے کیا منشا ہے۔ کیا یہ لوگ سب اپنی زندگی کے سچے سچے واقعات لکھتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو میں نے آج تک کوئی سوانح عمری نہیں دیکھی جس میں کسی نے اپنی برائیاں اور اپنے گناہ بھی صاف صاف لکھے ہوں کیا اس بھری دنیا میں کوئی گناہ ہی نہیں کرتا اور اگر کرتا ہے تو ان لوگوں نے اپنی تعریفوں کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے عیب کیوں نہ بتائے۔

خیر ! اسے بھی جانے دو صرف یہی بتا دے کہ پہلے زمانہ میں تو لوگ اپنے بڑوں کی سوانح عمریاں لکھا کرتے تھے اور اس میں یہ بھی ممکن تھا کہ دس بیس تعریفوں کے ساتھ ایک آدھ برائی بھی لکھ دیں۔ لیکن اب تو نئی ہوا چل رہی ہے۔ جسے دیکھو خود اپنی زندگی کے حالات چھاپتا ہے اور شائع کر دیتا ہے تو پھر وہ سوانح عمری ہی کیا ہوئی جس میں زندگی کے مکمل سوانح نہ ہوں ارے واہ رے انسان کی دنیا، میٹھی میٹھی ہڑپ، کوڑی کوڑی تھو اور دعویٰ یہ کہ ہم انسان ہیں۔ اشرف المخلوقات ہیں۔ خود غرض اور مطلب کہیں کے۔

ارے اگر سوانح عمری لکھو تو سب کچھ لکھو تاکہ دنیا والے تمہارے اچھے کاموں سے سبق لے سکیں اور تمہاری نادانیوں سے احتیاط اور گناہوں سے عبرت حاصل کریں۔ یہ کیا ہوا کہ چھانٹ چھانٹ کر تعریفیں لکھ ماریں اور گناہ تو گویا کیا ہی نہیں۔

یہی وہ جذبہ ہے جس نے مجھے اپنی سوانح عمری لکھنے پر مجبور کیا ہے میں نے سالہا سال فرشتوں کو درس دیا ہے اور اب دنیا والوں کو بھی تعلیم دینا چاہتا ہوں، پڑھنے والوں کو میری زندگی سے مجبوراً سبق لینا پڑے گا۔ وہ سمجھیں گے کہ میں نے اپنی زندگی کے حالات لکھتے

ہوئے نہ اپنی کسی تعریف کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے اور نہ کسی عیب پر پردہ ڈالنے کی۔ جو کچھ گذرا ہے بعینہ لکھ رہا ہوں خواہ وہ اچھی بات ہے یا بری۔ میرا مقصد اپنی زندگی کے واقعات لکھنا ہے اگر اس میں کوئی سبق مل سکے تو حاصل کر لینا اور اگر کوئی برائی کی بات ہو تو نظر انداز کر دینا۔ کیونکہ برائی کا انجام ہمیشہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اچھا ان باتوں کو چھوڑ، یہ میرے کہنے کی نہیں ہیں میرا مشن اس قسم کی گفتگو اور پند و نصائح کو جائز قرار نہیں دیتا۔ میں نے یہ جو کچھ بھی لکھا ہے، سچ جاننا بڑی زبردست قربانی کی ہے ایسی قربانی جس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔ دنیا والے مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ بالفرض اگر یہ بات صحیح ہے تو انہیں تسلیم کرنا چاہئے کہ کوئی دشمن ایسی کارآمد نصیحتیں اپنے مخالف کو نہیں کر سکتا۔ یہ اخلاص یقیناً حیرت انگیز ہے جو مجھ سے سرزد ہوا۔ غر حال اسے کچھ ہی سمجھا جائے مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ اب تو مجھے صرف ایک ہی دھن ہے اور وہ یہ کہ میری سوانح عمری شائع ہو۔ میں فی الحال نہیں جانتا اور نہیں جاننا چاہتا کہ میرے اس انوکھے اقدام سے مجھے یا میرے مشن کو کوئی فائدہ پہنچے گا یا نقصان۔ کیونکہ میں یہ سب کچھ تقلید کے جذبہ سے متاثر ہو کر کر رہا ہوں اور انسانی دنیا کو، کھانا

تیری ہوائی پرواز نے ہی مجبور کیا ہے کہ تجھے تیری صحیح بساط کا اندازہ کرادوں اور بتاؤں کہ آج تو انسانیت اور شرف کے نام پر دنیا میں ہوائی گولے چھوڑ رہا ہے ۔ ہر لحاظ سے اور ہر طرح سے میری مٹھی میں سما سکتا ہے اس لئے کہ تیرے پاس وہ چیز ہی نہیں رہی جس کی بنا پر اور جس کے زور پر تو میرا مقابلہ کر سکتا اور ذرا اپنا کان قریب لا تجھے یہ بھی چپکے سے بتادوں کہ تو عرصہ سے میری مٹھی میں ہے میرے اشاروں پر ناچ رہا ہے تا مجھ پہ غرور نہ کرنا ۔ ذرا اپنے اندر دیکھ میں بول رہا ہوں تو تو ایک کاٹھ کے پتلے کی طرح رہ گیا ہے جسے مداری کے اشاروں پر ناچنا پڑتا ہے اب تیرے بال بال پر میری حکومت ہے اور تجھ کم ظرف کے وجود میں سما کر مجھ میں بھی غرور اور تکبر کا مادہ بڑھ گیا ہے اب میں بھی غرور کروں گا اپنے آپ کو ساری دنیا سے افضل سمجھوں گا اور اس بات کو سب سے منوانے کی کوشش بھی کروں گا۔

تیرا ایک نقصان تو ضرور ہوا ہے کہ تجھ میں وہ چیز جاتی رہی جو تیری زندگی کا سرمایہ تھی وہ تعلیم جو تیرے پروردگار نے صرف تجھی کو دی تھی اور جو تیری نجات کا ذریعہ ہو سکتی تھی۔ لیکن اب تجھے میرا احسان مند ہونا پڑے گا کہ تیری آئندہ زندگی اور اسکے عیب سب مجھ

سے منسوب ہو جائیں گے۔ دنیا والے تجھے سیدھا اور سچا کہیں گے، تیری خطائیں میرے نامہ اعمال میں لکھانے کی کوشش ہو گی اور تیری بھلائیاں صرف تیرے ہی اعمال نامہ میں درج کرائی جائیں گی۔ لیکن مجھے اسکی پرواہ نہیں ہے یہ سب کچھ میں پہلے ہی سے جانتا ہوں جو کچھ ہو گا وہ سب میرے علم میں ہے۔

اچھا یہ بات تو بتادے یہ جو تو اپنی سوانح عمریاں شائع کرتا ہے اس سے تیرا کیا مقصد ہے۔ کیا سوانح عمری اسی کا نام ہے کہ اپنی زندگی سے ملتی جلتی کچھ جھوٹی سچی تعریفیں ایک جگہ جمع کر کے چھاپ دی جائیں یا کچھ اور بھی مدعا ہے آج کل میں دیکھتا ہوں کہ ہر پیسے والا آدمی اپنی پوری زندگی کتاب کی شکل میں چھاپتا ہے اور دنیا میں پھیلا دیتا ہے آخر اس بات سے کیا منشا ہے۔ کیا یہ لوگ سب اپنی زندگی کے سچے سچے واقعات لکھتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو میں نے آج تک کوئی سوانح عمری نہیں دیکھی جس میں کسی نے اپنی برائیاں اور اپنے گناہ بھی صاف صاف لکھے ہوں کیا اس بھری دنیا میں کوئی گناہ ہی نہیں کرتا اور اگر کرتا ہے تو ان لوگوں نے اپنی تعریفوں کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے عیب کیوں نہ بتائے۔

چاہتا ہوں کہ سوانح عمری لکھنے والے کو خصوصاً اپنی سوانح عمری لکھنے میں نہایت ایماندار ہونا چاہئیے اور آزادی کے ساتھ وہ تمام واقعات سلسلہ وار لکھ دینا چاہئیے جن سے اسکی زندگی کو واسطہ پڑا ہو۔ یہ احتیاط غلط ہے کہ برائی کو نظر انداز کر کے تصویر کا ایک ہی رخ پیش کریں اس کے بعد یہ بھی غور کرنا چاہئیے کہ جس وجود کو انسان کے دربار سے مردودِ بارگاہ اور شیطان اور لعین جیسے خطابات عطا ہو چکے ہیں وہ اظہار حقیقت میں ان لوگوں سے کتنا آگے ہے جو مقدس صورتیں لئے ہوئے بظاہر زاہدانہ زندگیوں کے مالک ہیں اور جن کے ہر ظاہری فعل سے تقدس کے سمندر میں طوفان آجاتا ہے اور جب دو چار کوڑیوں کے نفع اور نقصان کی صورت آپڑتی ہے تو انکی زبان مختلف شاخوں میں تبدیل ہو جاتی ہے تصویر کے دونوں رخ سامنے ہیں ایک طرف شیطان ہے اور دوسری طرف تقدس کا ٹھیکیدار۔ شیطان کے لئے انسان کی بارگاہ سے جو کچھ عطا ہوتا ہے اسے بھی ملحوظ رکھا جائے اور تقدس مآب مولوی صاحب کے لئے انسان کے پاس جتنی عقیدت ہے وہ بھی سامنے رہے اس کے بعد میری مذکورہ بالا تقریر پڑھی جائے اور غور کیا جائے کہ دونوں فریق اظہار حق میں کتنے فیاض یا بخیل ہیں۔ اگر پڑھنے والے کے خیال

میں مجھ شیطان کے نام دروغ گوئی کا قرعہ نکل آئے تو بسم اللہ نیاز مند حاضر ہے سابقہ القاب میں کچھ اور اضافہ فرما دیا جائے (ہر چہ از دوست می رسد نیکو ست) اور اگر خدانخواستہ یہ خوش نصیبی تقدس مآب کے حصہ میں آئے تو صرف دل ہی دل میں ایک بار دہرا لینا چاہیے کہ ہم کیا سوچ رہے تھے بجائے اسکے کہ کسی پر ظاہر کیا جائے کہ ضمیر سے کیا آواز آرہی ہے۔

خاکسار۔
"ابلیس"

ترتیب

میں اپنی سوانح عمری لکھنے سے پہلے یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے پاس فی الحال کوئی ایسا منشی نہیں ہے جو میرے بتائے ہوئے واقعات سلسلہ وار درج کر سکے اور ظاہر ہے کہ میں بیک وقت یہ دونوں کام انجام نہیں دے سکوں گا نہ میرے پاس اتنا وقت ہے اور نہ اظہار اسکی کوئی ضرورت ہے ، میرا مقصد زندگی کے واقعات اور سوانح حیات کو روشنی میں لانا ہے اور اسکے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تقدیم اور تاخیر کا خیال رکھا جائے پس میری زندگی کے واقعات پڑھنے والوں کو یہ خیال نظر انداز کر دینا پڑیگا کہ میں نے سلسلہ کیوں نہ قائم رکھا۔

(ابلیس)

پیدائش

میری پیدائش کا زمانہ اور اسکے قبل کے حالات کچھ ایسے پیچیدہ ہیں کہ جو وہ زمانہ کے انسان کی ادھوری عقل ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ اس واسطے مجھے اپنے نادان مخاطب کو سمجھانے کے لئے اکی تفصیل بھی لکھنی پڑے گی کیونکہ انسان بیچارہ بہت ہی محدود عقل کا پتلا ہے اور جہاں تک اسکی عقل کام کرتی ہے اس سے زیادہ یقین کرنے کے لئے یہ کبھی تیار نہیں ہوتا چنانچہ اس ناسمجھ کو سمجھانے کے لئے مجھے وہ تمام واقعات بالتفصیل لکھنے پڑیں گے جو میری پیدائش سے پہلے تشکیلِ عالم کے لئے ظہور پذیر ہوئے اور دنیا موجودہ شکل میں آئی۔

سب سے پہلے تو مجھے یہ بتانا ہے کہ دنیا کس طرح اور کیوں بنی۔؟

کس طرح بنی ؟ یہ تو میں خوب جانتا ہوں اور مجھے خوب بتایا گیا ہے۔ لیکن کس لئے ؟ اسکا جواب میرے پاس صرف ایک ہے اور اس میں اعتراض کرنے کی کسی کو مجال ہی نہیں۔

خدا سے پوچھا گیا کہ پروردگار تخلیقِ کائنات سے تیرا کیا منشا ہے یہ سب کھیل کیوں کھیلا ہے ؟

جواب ملا۔

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا مجھے اچھا معلوم ہوا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے کائنات بناڈالی۔

اب بتایئے اس میں کون دم مار سکتا ہے اور اس کے بعد سوال ہی کیا رہ جاتا ہے۔ جب بتانے والا خود یہ کہہ دے کہ مجھے اچھا معلوم ہوا کہ پہچانا جاؤں اس لئے دنیا بنادی۔ تو کسی کو کیا حق ہے کہ اس کے بعد دوسرا سوال کر سکے۔ خیر چلو کہ اچھا ہوا کہ دنیا بنانے کا جواب انھوں نے خود ہی دے دیا۔

اب رہا یہ سوال کہ دنیا کسطرح بنی یہ مجھ سے سن لیجئے مجھے بھی نہایت معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے اور صاف ہی کیوں نہ کہ دوں کہ مجھے خود میرے پروردگار نے مختلف اوقات میں سمجھایا ہے کچھ تو خود بغیر دریافت کئے اور کچھ مختلف فرشتوں کی معرفت مجھے یہ تعلیم ملی ہے پس ضرورت ہے کہ اپنے حالات کی ابتدا کرنے سے پہلے یہ سمجھاؤں کہ دنیا کس طرح تشکیل میں آئی۔

ایک نور تھا جس کے متعلق مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ پیغمبر آخر الزماں کا نور ہے خود مجھے بھی بارہا انکی زیارت نصیب ہوئی ہے اس وقت جب

میں آسمان پر گرفتار کر کے لایا گیا تھا۔

ہاں تو واقعات یہ ہیں کہ اس وقت جبکہ کائنات میں کچھ بھی نہ تھا صرف نور خداوندی ہی ہر طرف جلوہ افروز تھا کہ پروردگار نے اپنے پہچانے کے لئے تخلیقِ کائنات کا ارادہ کیا۔ چنانچہ انھوں نے اس نور کو دو حصوں میں تقسیم فرمادیا پہلا حصہ جس میں ایک راز تھا اور جسے صرف پروردگار ہی جانتا تھا دوسرے حصہ سے زیادہ روشن اور کثیر الضیا تھا اس تقسیم کے بعد صانع مطلق نے پہلے حصہ کا نام نور رکھا اور بقیہ نصف جو صفاتِ نوریہ سے کم درجہ پر تھا اور جسمیں سے ضیائے خاص علیحدہ کر لی گئی تھی اس کو بھی دو حصوں پر تقسیم فرمادیا پہلے حصہ کو دوسرے پر فضیلت دینے کے لئے اس میں مخصوص ترمیم فرمائی گئی۔ چنانچہ پہلے حصہ سے جس کا نام نار تجویز ہوا تھا قوم جن تخلیق ہوئے اور بقیہ دوسرا حصہ (جس میں صفاتِ نوریہ معدوم ہو چکی تھیں) ارواح شیاطین اور ارواح خبیثہ کے لئے رہ گیا۔

چنانچہ اب یہ تقسیم اس طرح ہوئی کہ حصہ اول جو خالص نور تھا اور جس میں ضیائے خاص موجود تھی اس کو ارواح مقدسہ اور ملائکہ نیز اطباق و سماوات وغیرہ کے لئے مخصوص فرمایا چنانچہ سب

سے پہلے روح پاک پیغمبر آخر الزماں تخلیق فرمائی گئی اس کے بعد لوح و قلم اور عقل اور کل اجسام کی تخلیق عمل میں آئی زمین و آسمان پیدا کئے گئے اور اس نور خاص کے بقیہ نصف سے جس میں سے ضیائے خاص علیحدہ ہونے کے بعد دو حصے ہوئے ان میں سے پہلے حصہ کو جو اپنے دوسرے نصف سے ممتاز تھا قوم جن کی تخلیق کے واسطے رکھا گیا اور اس کے بقیہ دوسرے حصہ کو ارواح شیاطین کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔

سب سے پہلے جو تقسیم عمل میں آئی اس کے نصف بہتر سے جو مخلوق عالم وجود میں آئی اس کا فرض منصبی عبادت قرار پایا گیا کیونکہ وہ نور خاص سے پیدا کی گئی تھی اس لئے اس کی سرشت میں عبادت داخل ہوئی اور معصوم رہی اور چونکہ خالص نور سے تخلیق ہوئی تھی اس واسطے اس مخلوق کا سایہ تک نہ پڑتا تھا اس کے بعد حصہ دوم جو ضیائے خاص سے محروم تھا لیکن ایک حصہ نور تھا قوم جن کے لئے مخصوص ہوا۔ چنانچہ قوم جن کا سایہ بھی زمین پر نہیں پڑتا لیکن چونکہ اس کی تخلیق میں نار کا جز غالب ہے اور حصہ نور یہ کم۔ اس لئے زیادہ تر یہ قوم تباہی کی طرف دوڑتی رہی کبھی کبھی اس قوم کے بعض افراد مائل بے دین

ہوئے اور اس کی وہی وجہ تھی کہ انکی تخلیق میں کچھ کچھ نور کی جھلک ضرور تھی لیکن نار غالب تھی اس لئے تباہی و بربادی زیادہ میسر آئی۔

خیر! تو یہ تشکیل دنیا کی کیفیت تھی جسے میں نے ضرورتاً بہت ہی مختصر بیان کیا اب میں باقی تمام صحیفے چھوڑ کر وہ حالات بیان کرتا ہوں جہاں سے میری زندگی کی ابتدا ہوئی دنیا کے بہت سے ناسمجھ انسان مجھے فرشتہ سمجھتے ہیں بڑے بڑے پڑھے لکھے میرے متعلق یہی رائے رکھتے ہیں بعض کا خیال ہے کہ میں ہیڈ فرشتہ ہوں اس واسطے فرشتوں کا استاد مشہور ہوں بہر حال یہ طے شدہ امر ہے کہ میرے متعلق دنیا والے بہت کم جانتے ہیں کہ میں کون ہوں اس حالت میں کیسے آیا چنانچہ میں انسان کی محدود معلومات اور ناقص عقل کا مرثیہ پڑھنے اور اسکی مخصوص فطرت اور مفسد ذہنیت کی قسم کھا کر صحیح واقعات لکھتا ہوں کہ جب میں پیدا ہوا تھا تو کائنات کو عالم وجود میں آئے ہوئے ایک لاکھ چوالیس ہزار سال گزر چکے تھے۔

دنیا کی ابتدا

چونکہ مجھے دنیا کی مکمل تاریخ نہیں لکھنی بلکہ صرف اپنی زندگی کے حالات شائع کرنا ہیں اس واسطے میں باقی تمام واقعات چھوڑ کر

صرف اپنی قوم کا ذکر لکھوں گا اور اس سے میرے حسب نسب کے متعلق بھی معلومات ہو سکے گی سب سے پہلے یہ معلوم کیجئے کہ میں فرشتہ نہیں بلکہ قومِ اجنہ میں سے ہوں میرے جدِ امجد دنیا کے سب سے پہلے جن ہیں جنکو تخلیقِ کائنات کی ابتدا میں پیدا کیا گیا تھا اور جو مجھ سے کم و بیش ایک لاکھ چوالیس ہزار سال قبل پیدا ہوئے تھے ان کا نام طارانوس تھا اور لقب جان تھا مگر عام طور سے ابو الجن کہلاتے تھے بعض دنیاوی مورخوں نے میرے جدِ امجد طارہ نوس کا نام سوما لکھا ہے لیکن جہاں تک میری معلومات کام کرتی ہے انکا نام طارہ نوس تھا ممکن ہے کہ کسی مناسبت سے وہ کچھ عرصہ کے لئے سوما کے نام سے بھی مشہور ہوئے ہوں لیکن ہمارے خاندانی معاملات میں انکا نام طارق نوس ہی لیا جاتا تھا سنا ہے کہ تاریخی کتابوں میں انسان ضعیف البیان نے طارہ نوس کا نام مارج بھی لکھا ہے بہر حال ان سب اختلافات کو بالائے طاق رکھکر ان کا نام طارہ نوس ماننا چاہیئے۔

جس طرح آج حضرت انسان اپنی نسل حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام سے ملاتے ہیں بالکل یہی کیفیت قومِ اجنہ کی بھی ہے ان کا سلسلہ توالد تناسل ابو الجن طارہ نوس (جان) سے ملتا ہے اور جسطرح

عورت اور مرد انسانوں میں پیدا ہوئے ہیں اسی طرح قومِ اجنہ میں بھی رواج تھا اور اب بھی ہے۔

میرے جدِ امجد طارہ نوس کو پیدا ہوئے کافی عرصہ گزر گیا تھا وہ اپنی قوم اور اپنی جنسیت کے لحاظ سے تنہا زندگی بسر کرتے تھے کہ یکایک غیر محسوس طور پر انہیں قومِ جنہ میں سے ایک عورت نظر آئی۔ اول تو انہیں بہت تعجب ہوا لیکن بعد میں وہ اس عورت سے مانوس ہو گئے رفتہ رفتہ اس یک جائی نے انکو شوہر اور بیوی کے رشتہ میں منسلک کر دیا اس زمانہ میں رواجی موت کا دستور نہ تھا۔ یعنی کوئی مخلوق بلا وجہ نہ مرتی تھی چنانچہ اسکا یہ اثر ہوا کہ تھوڑے ہی زمانہ میں طارہ نوس کی اولاد تمام روئے زمین پر پھیل گئی مرتا کوئی نہ تھا پیدا ہزاروں ہوتے تھے اس سود در سود کے قصے نے اچھا خاصا عالم آباد کر دیا آج کل کی زبان میں جس چیز کو مردم شماری کہا جاتا ہے وہ طارہ نوس کے زمانہ میں رائج نہ تھی اگر ہوتی تو شاید آج کی دنیا سے پچاس ہزار گنا زیادہ نفوس اس دنیا میں آباد نظر آتے۔ مگر اس وقت کوئی شمار کرنے والا نہ تھا اور نہ شمار کرنے کی کوئی ضرورت تھی تمام روئے زمین پر میرے جدِ امجد طارہ نوس جان کی حکومت تھی۔

ساری دنیا عیش و عشرت کی زندگی گزار رہی تھی کہ ناگاہ پروردگار عالم نے ابوالجن پر ایک شریعت نازل فرمائی جسے ابوالجن اور انکی تمام اولاد نے اپنے لئے قابلِ عمل ٹھہرالیا۔

اس آسمانی شریعت پر عمل ہوئے طارہ نوس اور اسکی تمام اولاد نے آج کل کے حساب سے تقریباً چھتیس ہزار سال گزار دیئے اور سوائے چند مفسدِ جنوں کے کسی کی طرف سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہوئی جو شریعت آسمانی کے خلاف ہوتی یا اس قوم کی تباہی کا سبب بنتی لیکن اس کا کیا علاج کہ سرشت میں "نار" تھی یہ کب چین سے بیٹھنے دیتی آخر کار یہ "ناریت" رنگ لائی اور مخلوق شریعت حقہ سے پھرنے لگی بڑی تیز رفتاری کے ساتھ تباہی کی طرف دوڑنے لگی آخر تا بہ ایک وقت وہ آگیا کہ عالم میں ہر طرف گناہ ہی گناہ تھا سیاہ کاریاں پورے طور پر غالب آگئیں۔ مخلوق اپنی زبان سے تباہی اور بربادی کو پکارنے لگی۔

حالات نے پلٹا کھایا اور آخر کار وہی ہوا جس کا خطرہ تھا قہر خداوندی نازل ہوا اور تمام سیاہ کاروں کو ہمیشہ کی نیند سلادیا گیا۔

کیا لکھوں شرم آتی ہے لکھتے ہوئے کہ خود طارہ نوس بھی اس

تباہی سے نہ بچ سکے ان پر پوری طرح پنجہ عصیاں اپنا قبضہ جما چکا تھا چنانچہ اس تباہی میں وہ بھی اپنے سب ساتھیوں کے ساتھ عالم فنا میں پہنچادیئے گئے۔

اب تمام عالم میں سناٹا تھا وہ چہل پہل نہ تھی وہ گنجان آبادی نہ تھی کہیں کہیں چند نیک عمل ہستیاں سربجود تھیں انکی ہدایت و رہنمائی کے لئے پروردگارِ عالم نے پھر کسی رہبر کی ضرورت محسوس کی اور آخر کار اسی قوم میں سے ایک فرد کو جن کا نام چلپائیس تھا حکم خداوندی بجائے طارہ نوس کے سربرآرائے سلطنت کردیا گیا اور سابقہ شریعت کو ترمیم و تنسیخ کے ساتھ ان کے حوالے کردی گئی یہ بھی آخر اپنے باپ کے بیٹے تھے۔ باپ سے دور کیسے جاتے ہر چند کہ اپنی قوم میں سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ عبادت گزار تھے شرما حضوری میں کچھ روز کے لئے عبادت بڑھادی پہلے سے زیادہ عابد و زاہد مشہور ہوگئے لیکن صرف اسی وقت تک جب تک کہ اپنی فطرت سے مقابلہ کرسکنے کی ان میں طاقت تھی آخر کار خواہشات کے سامنے سر تسلیم خم کربیٹھے۔

عبادت اور ریاضت نے اپنی توہین گوارا نہ کی۔ آہستہ آہستہ اس نے کنارہ کشی شروع کردی تھوڑا ہی زمانہ گزرنے کے بعد دیکھنے والوں نے دیکھا

کہ طارہ نوس کے جانشین ہز ہولی نس چلپانیس وہی بزرگ ہیں جو حصول پیغمبری سے پہلے تھے اور اپنی قوم میں کسی قدر عبادت وریاضت کے باعث ممتاز نظر آتے تھے اب نہ وہ انہماک عبادت تھا نہ وہ مشغلہ ہدایت۔ سب اپنے اپنے راستے پر تھے بظاہر کوئی کسی کا راہبر نہ تھا اور سب سب کے راہبر تھے ایک دوسرے کے عمل سے کوئی متاثر نہ ہوتا تھا چلپانیس کی پیغمبری برائے نام رہ گئی تھی خود انہیں یاد نہیں رہا تھا کہ وہ پیغمبر ہیں یا قومی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دی گئی ہے۔

زمانہ نے ایک اور پلٹا کھایا اور حالات کہیں سے کہیں پہنچ گئے رہی سہی عبادتیں اور نیکیاں بھی یہ حال دیکھ کر اپنی عزت وآبرو کی حفاظت میں مصروف ہو گئیں اور مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ مقدس چلپانیس یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے مگر اس طرح کہ گویا نہیں دیکھ رہے تھے گناہ کا دیوتا ان کے سامنے رقص کر رہا تھا اور وہ دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے ساری قوم ظلمت کی چادر میں سما گئی تھی مگر ان کی سیاہ کار آنکھیں قومی وجود کا اب بھی احساس کر سکتی تھیں۔

ستاری کی شان آگے بڑھی اور اس نے چلپانیس کو مخاطب کر کے کہا چلپانیس! تم دامن شریعت کو تار تار کر چکے ہو آؤ پھر تمہیں ویسا ہی کر

دیں تم راستہ بھول گئے ہو آؤ پھر تمہیں راہ پر لگا دیں۔

چلپانیس پھر جھک گئے قدرت نے پھر انہیں ویسا ہی کر دیا ساری قوم پھر اعتدال پر آئی لیکن ناری فطرت مسلسل اپنا کام کر رہی تھی۔ قدرت نے بارہا فرمائش کی متعدد بار ہدائتیں کیں مگر نار بہر حال نار تھی آخر کار اس نے قومی عقل و ہوش کا گھر پھونک ڈالا تمام قوم کو خانماں برباد کر کے چھوڑا اور ان کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوا جو ان سے پہلے سرکشوں کے ساتھ ہوا تھا۔ ابھی چلپانیس کی حکومت اور پیغمبری کو پورے چھتیس ہزار سال بھی میسر نہ آئے تھے کہ وہ انجام کو پہنچا دئے گئے" اور اپنے ہمراہ تمام ایسے ہم عصروں جو انکے ساتھ بدکاری میں مصروف ہو گئے تھے گم نامی اور بربادی کی دنیا میں لے گئے اور اس طرح دنیا کا یہ دوسرا دور ہز لیٹ ہائینس چلپانیس کے ہاتھوں تاریخ کی گم نامیوں میں کھو گیا اور بعد کی آنے والی نسلیں ڈھونڈتی رہ گئیں کہ ان کے دادا چلپانیس نے ان کے لئے کیا چھوڑا۔

اب دنیا پھر خالی تھی چند رہے سہے عبادت گزار کہیں کہیں نظر آ رہے تھے مگر قہر خداوندی سے لرزاں اور اپنے نامعلوم انجام کے منتظر۔ قدرت نے پھر ایک ضرورت محسوس کی ہر طرف دیکھا۔ ایک

مقدس صورت بزرگ اپنی قوم کی کھوئی ہوئی عظمت ڈھونڈتے پھر رہے تھے کہ قدرت کی نگاہ انتخاب میں آگئے کیا ڈھونڈ رہے تھے اور کیا مل گیا۔

ان بزرگ کا نام بلیقا تھا ان کی اولاد کے متعلق بعض روایتوں سے پتہ چلا ہے کہ بہت ہی بد اعمال تھی اور یہ اسی غم میں دن رات رویا کرتے تھے۔ ضرورت سے زیادہ عبادتیں کرتے تھے ان کا خیال تھا کہ میری عبادت سے خوش ہو کر پروردگار میری اولاد کے گناہ معاف کر دے گا ان کے بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ خود انہیں انکی صحیح تعداد کا حال معلوم نہ تھا نہ سب کے نام یاد رکھ سکتے تھے سنا ہے کہ ایک بار انہوں نے اپنی اولاد کو ایک جگہ جمع کر کے شمار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن شمارہ کے بعد معلوم ہوا کہ ان کے کئی بیٹے تعداد میں نہ آ سکے کیونکہ وہ اس وقت موجود نہ تھے اور ماں باپ کو خیال تک نہ تھا کہ حاضرین کے علاوہ انکی کوئی اور بھی اولاد ہے لیکن جب سامنے آئے تو ماں باپ کو یاد آگیا کہ وہ بھی ان ہی کے بچے ہیں جس وقت قدرت کی انتخابی نگاہیں بلیقا پر پڑیں ان کی عمر دو ہزار سال سے کچھ زیادہ تھی اور خدمتِ قوم کا جذبہ ان کے دل میں شباب کی منزلیں طے کر رہا تھا اس

نئی توقیر سے انکا دل باغ باغ ہو گیا قدرت نے انہیں انکی قوم کا پیغمبر بھی بنایا اور بادشاہ بھی۔ اس اعزاز کے بعد انکی ریاضت میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بلیقا نے جانفشانی اور ایمانداری کے ساتھ اپنے عہدہ کے فرائض انجام دیئے اور ایسی عابدانہ زندگی کا نمونہ پیش کیا کہ انکی قوم سر تاپا عبادت بن گئی۔

تقریباً چھتیس ہزار سال تک یہی کیفیت رہی دنیا کے ذرہ ذرہ پر بلیقا کی حکومت تھی ہر طرف شریعت آسمانی کا ڈنکہ بج رہا تھا لیکن وائے بد نصیبی کہ ناری ذہنیت پھر بیدار ہو گئی اور حالات دیکھ کر بھڑک اٹھی اسے کب گوارا تھا کہ خاردار دنیا میں نیکیوں کی حکومت ہو۔ اس کے خیال میں شاید نیک اعمال کا وجود اس فانی دنیا کے لئے موزوں نہیں تھا چنانچہ دیکھتے دیکھتے ہوا کا رخ پھر گیا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے نرم نرم جھونکے آندھیاں بن کر سنسنانے لگے حالات بے قابو ہوئے اور ظلمات کی طرف کا پرچم لہرانے لگا ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو گیا یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ سیاہ کاروں کی قوت باصرہ منہ موڑ بیٹھی اور انہیں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی کا احساس ہونے لگا۔

اندھے کو اندھیرے میں دور کی سوجھتی ہے ساری قوم سیاہ

کاروں کی موجد بن گئی اور وہ وہ گناہ گاریاں تراشی گئیں کہ زمین اور آسمان لرز گئے۔

انجام کار قدرت نے نار کو نار میں شامل کر کے فیصلہ کیا اور سرکشانِ شریعت کو اتمامِ حجت کے بعد فنا کی گود میں پہنچا دیا۔

دنیا اب پھر خالی تھی سالارِ کارواں کی ضرورت نے قدرت کو پھر متوجہ کیا اور باقی ماندہ افراد میں سے ہاموس جنؒ کے نام پروانۂ پیغمبری جاری ہوا یہ بزرگ اپنی قوم میں مقابلتہً نیک طینت اور ممتاز تھے حکومت اور پیغمبری کے بعد ان کے مراتب میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ ساتھ ہی قدرت کی طرف سے مختلف ہدائتوں کے علاوہ یہ نوٹس بھی ملا کہ اگر تم نے پچھلے جیسوں کی بغاوت کی اور شریعتِ آسمانی کی توہین کے مرتکب ہوئے تو تمہیں ان سب سے زیادہ سخت سزا دی جائے گی اور وہ ایسی سزا ہو گی کہ اگر تم آج اسے معلوم کر لو تو خوف و دہشت کے مارے تمہارے کلیجے کے ٹکڑے اڑ جائیں۔

ہاموس نے خلوصِ قلب سے وعدہ کیا کہ میں شریعت کی پوری طرح حفاظت کروں گا اور کوشش کروں گا کہ میں اور میری قوم پوری طرح قواعد آسمانی کی پابند ہو کر رہے۔

وعدہ کرنے والا ناری تھا اور وعدہ بھی ناری تھا کب تک رہتا رفتہ رفتہ ناری فطرت رنگ جمانے لگی اور اپنے اسلاف کی طرح پورے چھتیس ہزار سال گزرنے کے بعد آخر کار اسی مرکز پر آگئی جہاں سے عالمِ فنا کا راستہ بالکل سیدھا اور تباہی کا زینہ قریب تر ہے اور جہاں پہنچ کر پچھلی قومیں شریعت کی قید و بند سے اپنی ذات کو آزاد سمجھنے لگی تھیں شروع شروع میں تو ہاموس جنؒ نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی ، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ سیاہ کاریوں کے دیوتا کے سامنے ایک دن ہاموس بھی سربسجود نظر آیا پھر کیا تھا سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا۔ جب پیغمبر اور راہبر ہی گناہوں کا پجاری بن جائے تو اسکی قوم کیسے بچ سکتی ہے، وہ جو ایک روک تھی ہاموس کی غداری سے جاتی رہی۔ کچھ افراد ایسے بھی تھے جو عرصہ تک گناہوں کی دنیا سے اپنا دامن بچاتے رہے لیکن راہبر کو معروفِ گناہ دیکھ کر ان کا جی بھی للچایا اور انہوں نے بھی اپنا تقدس کا لبادہ سیاہ کاری کی بھٹی میں پھونک دیا۔

ان سے پہلے جو تین دور گذرے ان میں بھی یہ ہولناک سیاہ کاریاں نہ تھیں کہیں کہیں زاہد و تقویٰ کے دم توڑتے نظر آ ہی جاتے تھے لیکن اس چوتھے دور میں تو ذرہ ذرہ انجام سے بے خبر ہو کر شریعت

کی دھجیاں اڑا رہا تھا۔

قدرت نے پہلے ہی دن فیصلہ سنا دیا تھا کہ اگر تم نے اپنے اسلاف کی طرح غداری کی تو تمہیں ان سے زیادہ لرزہ خیز سزا دی جائے گی چنانچہ باری تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک فوج کو حکم دیا کہ وہ زمین پر جائے اور ہاموس کی قوم کو انتہائی سختیوں کے ساتھ تباہ کر دے اور ایسا قتلِ عام ہو کہ شریعت سے غداری کرنے والوں کے لئے ہمیشہ کے واسطے ایک مثال بن جائے۔

ملائکہ کی فوج مقابلہ کے لئے زمین پر آئی اور ادائے فرض میں مصروف ہو گئی قومِ جنات نے بھی بڑی بہادری سے انکا مقابلہ کیا لیکن فرشتے بہر حال فرشتے تھے آخر کار غالب آگئے قتلِ عام سے جو چند افراد بچ سکے وہ اِدھر اُدھر جزیروں میں بھاگ گئے اور بے شمار چھوٹی عمر کے بچے فرشتوں کی حراست میں آگئے ان ہی کم سن قیدیوں میں اپنی کم عمری کے سبب میں بھی تھا ہر چند کہ میں نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن گرفتار کرنے والے زیادہ طاقت ور تھے اور میں ان کے چنگل سے نہ بچ سکا۔

میں بچپن میں بے حد حسین تھا میری ذہانت اور قابلیت سے

میرے والدین کو بہت کچھ امیدیں وابستہ تھیں میرے خاندان کے بہت سے لوگ میرے ماں باپ سے محض اسی وجہ سے عداوت رکھتے تھے کہ اتنا حسین و جمیل اور ایسا ذہین بیٹا ان کو کیوں نہ ملا۔ بہر حال اس قید کے بعد بھی میری ذہانت اور حسن بے کار نہیں گئے مجھے دیکھ کر فرشتوں کو رحم آگیا اور انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے پروردگارِ عالم سے التجا کی کہ اگر اجازت ہو تو اس کم سن بچے کو ہم آسمان پر لے آئیں یہ بہت ذہین ہے اور ہمارا خیال ہے کہ اسکی اصلاح ہو سکتی ہے فرشتوں نے کہا!

پروردگار! تو عالم الغیوب ہے آئندہ کے بھید تو ہی جان سکتا ہے لیکن بظاہر یہ لڑکا اگر اچھی تعلیم ملے تو ہمارے خیال میں ٹھیک ہو جائے گا۔

قدرت کو تو منظور ہی کچھ اور تھا حکم ہوا اچھا اس بچے کو آسمان پر لے آؤ اور باقی بچوں کو وہیں دنیا میں چھوڑ دو چنانچہ حکمِ باری تعالیٰ کے ماتحت فرشتے مجھے آسمان پر لے گئے۔

آسمانی دنیا کا دھوکہ

سنتا ہوں کہ انسانی دنیا کے بعض تاریخ داں اصحاب میرے

متعلق ایک نہایت ہی دلچسپ رائے رکھتے ہیں انکا خیال ہے کہ مجھے فرشتوں نے قید نہیں کیا بلکہ ان کی رائے میں واقعہ یوں تھا کہ قوم جنہ کی بد افعالی اور گناہ گاریوں کو دیکھ کر عزازیل یعنی میں نے گوشہ تنہائی کو اپنے لئے پسند کیا اور فساد کی دنیا سے دور کسی سنسان مقام پر خدا کی عبادت میں مصروف ہو گیا جب فرشتے مفسدوں کا سر کچل کر فارغ ہوئے اور عزازیل کو مصروفِ عبادت دیکھا تو انہیں بہت تعجب ہوا اور پروردگار سے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو اس زاہد و متقی کو ہم اپنے ساتھ رکھ لیں کیونکہ یہ اس گناہ آلود دنیا کے لائق نہیں ہے اور ہمارے ساتھ اس کا نباہ خوب ہو جائے گا پروردگار کو تو منظور ہی یہ تھا لہٰذا اس نے فرشتوں کی التجا منظور کی اور عزازیل کو آسمان پر فرشتوں کے ساتھ رکھنا منظور کر لیا۔

خیر اس طرح بھی میری کوئی توہین نہیں ہے اگر ایسا مشہور ہوا تو کچھ حرج نہیں بہر حال مجھے صحیح واقعہ لکھنا ضروری تھا اور وہ وہی ہے جو میں نے پہلے لکھا ہے یعنی میں لڑائی کے وقت بصورتِ فریقِ مخالف قید کیا گیا تھا اور فرشتوں نے میری عبادت پر نہیں بلکہ میری کمسنی، معصومی اور خوبصورتی پر ترس کھا کر اور میرے اچھے ذہن اور ہوش سے

مختلف امیدیں وابستہ کر کے پروردگارِ عالم سے سفارش کی تھی۔

بہر حال میں خود اپنی مرضی سے یا اپنی التجا سے آسمان پر نہیں گیا تھا۔ چند فرشتوں نے سفارش کی اور پروردگار نے منظور کیا۔ میرا کیا بگڑتا تھا اور بگڑتا کیا۔ میرا تو فائدہ اسی میں تھا کہ کسی صورت سے جان بچے۔ میں تو اپنی آنکھوں سے غداروں کا قتلِ عام دیکھ چکا تھا یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ مجھ پر کسی کا کوئی احسان نہیں رہا اور مفت میں جان بچ گئی۔ میں نے سوچا کہ خیریت اسی میں ہے کہ اس وقت جان بچنے کی خوشی کا اظہار نہ ہونے پائے ورنہ فرشتے اور خدا یہ سمجھ لیں گے کہ جان بچنے سے اس لڑکے کو خوشی ہوئی ہے۔ اور یہ خود چاہتا ہے کہ اسے فنا نہ کیا جائے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اگر اس وقت پروردگار کو یہ اطلاع ہو جاتی یا فرشتے کسی طرح یہ جان سکتے کہ میں اس انقلاب سے مسرور ہوں تو یقیناً کوئی نہ کوئی شرط کسی وقت لگا دی جاتی۔ مگر وہ تو خیریت ہی رہی کہ فرشتوں نے التجا کی اور پروردگار نے منظور کر لیا۔

مجھے کیا خبر تھی اس وقت کہ میرا یہ خیال لچر ہے۔ اور ایک نہ ایک دن مجھے تکلیف دے گا۔ میں تو یہ جانتا تھا کہ علم غیب کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا۔ اگر اس وقت کوئی مجھ سے یہ کہہ دیتا کہ پروردگار دور کی

بات بھی جان لیتا ہے اور دل کا بھید بھی اسے کسی طاقت سے معلوم ہو جاتا ہے۔ سچ جانیئے ایک دفعہ تو میں اس مہربانی کا شکریہ ادا کر ہی لیتا اور عجب نہیں اس وقت کی ممنونیت آج میرے کام آجاتی۔ لیکن اب وقت گزر چکا۔ اس کی تلافی ممکن ہی نہیں ہے۔ ہائے مجھے کیا خبر تھی کہ اس وقت کی روشنی طبع مجھ پر بلائے ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑے گی۔ جب میں آسمان پر رہتا تھا تو بارہا فرشتوں نے مجھے یہ طعنہ دیا کہ ہم نے تمہاری سفارش کی۔ جان بچائی۔ پروردگار سے التجائیں کر کے تمہیں زندہ رہنے کا موقعہ دیا اور ہمارے پروردگار نے اسے منظور کیا۔ لیکن تم نے اس احسانِ عظیم کے عوض اس وقت کسی ممنونیت کا اظہار نہیں کیا۔

اس وقت تو نہیں مگر ہاں آج مجھے پچھتانا پڑ رہا ہے۔ اگر اس وقت ایک آدھ ظاہری سجدہ کر لیتا تو میرا کیا بگڑ جاتا تھا۔ مگر میں اپنی عقل کے زعم میں رہا اور واقعات اپنا کام کرتے گئے۔

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ فرشتے مجھے گرفتار کر کے آسمان پر لے گئے۔ اس وقت میری عمر دو سو بیاسی سال کی تھی۔ ممکن ہے کہ میری عمر آج کل کے زمانہ میں تعجب انگیز ہو۔ کیونکہ میں نے اس عمر کے باوجود اپنی ذات کو گرفتاری کے وقت کم سن بتایا ہے۔ اس کی وجہ یہ

ہے کہ ہمارے زمانے میں عمریں محدود نہیں ہوتی تھیں۔ یہ حد بندی تو اسی وقت ہو سکتی ہے جب ابتدا کے بعد انتہا ہو اور آغاز کے بعد انجام ہو اور پیدائش کے بعد فنا کی کوئی صورت مقرر ہو چونکہ ہمارے لیے فنا کا کوئی وقت نہ تھا۔ اس واسطے ہزارہا سال کی عمر تک کم سنی کا زمانہ شمار ہوتا تھا۔

حسب نسب (ابلیس کا آغاز)

قبل اس کے کہ میں آئندہ کے واقعات لکھوں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپنی سابقہ عمر اور حسب و نسب کے متعلق بھی مختصراً عرض کر دیا جائے۔

میری پیدائش دنیا کی ابتدا سے ایک لاکھ چوالیس ہزار سال بعد میں ظہور میں آئی ہے۔ سب سے پہلے میرے جدِ امجد ابو الجن طارہ نوس جان پیدا کئے گئے تھے جو چھتیس ہزار سال تک ساری دنیا پر حکومت اور پیغمبری کرتے رہے اور آخر کار شریعت آسمانی کی سرکشی کے باعث فنا ہوئے۔

اس کے بعد دنیا کا ایک دوسرا دور شروع ہوا اور چلپانیس سریر آرائے سلطنت ہوئے انھوں نے بھی بہت شان دار طریقے سے

چھتیس ہزار سال گزار دیئے حق کی شریعت کو بھول گئے۔ اور اسی باعث انھیں اپنی ہستی کو بھی بھولنا پڑا۔ تیسرا دور بلیقا کا تھا یہ حضرت بھی اسی مدت میں عروج و زوال کی منزلیں طے کر گئے۔ چوتھی بار میرے جد امجد ہاموس جنی کی تھی انھوں نے بھی چھتیس ہزار برس تک شریعت آسمانی کا جھنڈا بلند رکھا اور انجام کار اپنے اسلاف کے مقلد بن کر گناہ کے دیوتا کی رگ رگ میں سما گئے۔ میرے والد صاحب قبلہ بھی ان ہی حضرت کی اولاد میں تھے اور محترمہ والدہ کو بھی یہی شرف حاصل تھا۔ اور خدا غارت کرے اس شرف کو مجھے بھی یہی لپٹ گیا اور آخر کار اپنے دادا جان کے عذاب میں مجھ جیسے بے گناہ اور کم سن پوتے کو بھی اسیر ہونا پڑا۔ خیر یہ تو دل کے پھپھولے ہیں ہمیشہ پھوٹتے ہی رہیں گے پھوٹنے دیجئے۔ ہاں یہ تو سنیئے کہ میں کون ہوں اور میرے باپ داد کون تھے؟

جس طرح آج کل کے مختلف انسانوں کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں ٹھیک اسی طرح اس وقت بھی ہوتا تھا فرق صرف یہ ہے کہ آجکل شکلوں کا اختلاف بہت معمولی ہوتا ہے بہر صورت چہرہ انسانی ہی رہتا ہے مگر ہمارے زمانہ میں بات ہی کچھ اور تھی۔ مثلاً ایک مرد کا چہرہ اگر گھوڑے کا سا ہے تو دوسرے کا بلی کا سا ہو سکتا ہے اور یہ تعجب کی بات

نہیں سمجھی جاتی تھی ہر فرد کا جسم تقریباً ایک سا ہی ہوتا تھا جس طرح آج کل انسانی جسم موٹا، پتلا، بھدا، نازک وغیرہ شکلوں کا ہوتا ہے ایسا ہی اس وقت بھی دستور تھا صرف چہرہ کی ساخت نمایاں اختلاف رکھتی تھی اور یہی پہچان کا ذریعہ تھا۔

ماں باپ کا حال

میرے والد کا قومی نام چلیپا تھا۔ لیکن انکے قوم والے انھیں رکنیت کی مناسبت سے ابو الغوی کہ کر پکارتے تھے انکا چہرہ تقریباً ایسا تھا جیسے آجکل کے زمانہ میں ببر شیر کا ہوتا ہے نہایت قدآور اور بہادر تھے اگر آج کل کے حساب سے بتایا جائے تو ان کے جسم کا وزن ۱۴ من اور ۳۵ سیر تھا قوم کی طرف سے ان کو شاشین کا خطاب تھا۔ شاشین کے لغوی معنے ہماری زبان میں دل ہلا دینے والے کے ہیں میرے والد کی تمام قوم پر دھاک بیٹھی ہوئی تھی وہ جس سے خفا ہوتے تھے اس کی زندگی اجیرن ہو جاتی تھی اور جس سے خوش ہوتے تھے نہال کر دیتے تھے قوم کا بچہ بچہ ان کا احترام کرتا تھا۔

اسی طرح اپنی والدہ بھی بہت طاقتور اور دلیر تھیں انکا نام نبلیث تھا انکا چہرہ کچھ اس ساخت کا تھا کہ آج میں مثال دے کر بھی مشکل

سے سمجھا سکتا ہوں بہر حال ایک حد تک انکے چہرے کی ساخت
آجکل کے ہمیز پیے کی مادہ سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی انکے متعلق عام
بات یہ مشہور تھی کہ وہ اپنے زمانہ کی سب سے زیادہ حسین و جمیل مادہ
ہیں۔ لیکن نہایت جنگجو اور دلیر۔ بہادر ایسی کہ جنگ میں ہزار نروں کا منہ
پھیریں۔ فرشتوں سے آخری جنگ کے وقت انکی بہادری نے وہ وہ
نظارے پیش کئے کہ دیکھنے والے عش عش کر گئے لیکن مشکل یہ تھی
کہ جن اور فرشتے کی جوڑ برابر کی نہیں تھی ورنہ ہماری قوم میں مبلیث
جیسی بہادر مادہ کے ہوتے ہوئے شکست نا ممکن تھی دوران جنگ میں
قوم کے بچہ بچہ کی زبان پر تھا کہ جنکی مائیہ ناز مادر وطن مبلیث کے زندہ
ہوتے ہوئے دنیا کی کوئی طاقت ہمیں زیر نہیں کر سکتی۔

خود میرا بھی یہی خیال تھا کہ اماں جان کی بعید از قیاس بہادری
کے مقابلہ میں اگر فرشتوں نے زبردست غلطی کی ہے اور انھیں منہ
کی کھانی پڑے گی اور در حقیقت منہ کی کھانی پڑتی۔ اگر کوئی اندرونی
طاقت کام نہ کر رہی ہوتی۔ بچارے کم طاقت فرشتے ہمارے مقابلہ پر کیا
جنگ کر سکتے تھے۔ یہ بھی خدا جانے کیا بات تھی کہ ہم دب گئے ورنہ وہ
جوہر دکھاتے کہ فرشتوں کو چھٹی کا دودھ یاد آجاتا۔

اس عجیب و غریب جنگ کا سماں کچھ ایسا نا قابلِ فہم تھا کہ ساری
قوم حیرت میں تھی۔ فرشتوں کا وار ہم پہ بھرپور پڑ رہا تھا۔ لیکن ہمارا وار
کچھ ایسا اوچھا بزدلانہ نظر آتا تھا کہ خود ہمیں حیرت ہوتی تھی۔ وہ وار
کرتے تھے تو ہم پر پڑتا تھا اور جب ہم وار کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا
تھا جیسے ہم نے ریت کے ڈھیر پر حملہ کیا۔

اسی نا قابل فہم اور حیرت ناک جنگ میں والد اور والدہ شہید ہو
گئے۔ میں بھی اس وقت شادی شدہ تھا میری جان نثار ملکہ بھی اسی لڑائی
میں خدا کو پیاری ہو گئی اور میرا بڑا لڑکا بھی بیچارہ اسی جنگ میں ختم ہوا
اس کا نام مرہ تھا۔ بچارہ کی شادی کے دن قریب تھے۔ اگر یہ جنگ کچھ
عرصہ بعد ہوتی تو وہ غریب بھی شادی کی مسرتیں دیکھ لیتا مگر افسوس
ہے ہمیں اپنے دادا ہاموس کی طرف سے ایک ایسا تاوان ادا کرنا تھا جو
کسی حال میں مہلت دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ مرہ غریب بے آئی مارا
گیا۔ اس نے ابھی دنیا میں پوری طرح قدم بھی نہ رکھا تھا۔ کہ اپنے
بزرگوار ہاموس جنی کے گناہوں کی پاداش میں فنا کی قربان گاہ پر
چڑھا دیا گیا۔ اور اپنے دادا ابوالغوی چلیپا اور دادی مبلیث کے ساتھ
ساتھ گمنامی کے عمیق سمندر میں انسانی مورخوں کی نظروں سے بہت

دور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھو گیا۔ اور آنے والی انسانی دنیا کے لئے غلط فہمی چھوڑ گیا۔ کہ اس کا باپ (یعنی شیطان) فرشتہ ہے اور شاید بے ماں باپ کے پیدا ہوا ہے۔ اور غالباً یہ خیال غلط بھی کہ بے چارہ شیطان لاولد ہے۔ غیر شادی شدہ ہے۔ (خدا نہ کرے جو میں لاولد ہوں)۔

خیر مجھے اس سے کوئی بحث نہیں کہ میرے لخت جگر مرہ نے دنیا کے لئے کیا چھوڑا اور اپنے ساتھ کیا لے گیا۔ مجھے تو ان نادان انسانی مورخوں پر ہنسی آتی ہے جو مٹی کی عقل لئے پھرتے ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم تاریخ کے اندھے کنویں سے بہت دور کی کوڑی لا سکتے ہیں۔ اور جن کی تاریخی معلومات کا یہ عالم ہے کہ فرشتہ اور جن میں بھی تمیز نہیں کر سکتے۔

میری عمر کا ابتدائی حصہ

بتا چکا ہوں کہ میں دنیا کی ابتدا سے ایک لاکھ چوالیس ہزار سال پہلے پیدا ہوا تھا اور دنیا کی تباہی کے وقت میری عمر دو سو بیاسی سال کی تھی اس مختصر عمر کی کیفیت یہ ہے کہ مجھے والد صاحب نے اپنے ایک دوست سے جن کا نام ژروق تھا، ابتدائی تعلیم دلوائی۔ ذہن اچھا تھا تھوڑے ہی عرصہ میں چل نکلا اور تعلیم کے میدان میں فرائے

بھرنے لگا۔ میری قابلیت کو دیکھ کر بہت سے افراد جلنے لگے اور انہوں نے یہ شہرت دینی شروع کی کہ عزازیل (میرا یہ قومی نام ہے) بہت مغرور اور خود بین لڑکا ہے۔ اور چونکہ اس کے باپ کی شکل شیر کی سی ہے۔ اس واسطے نہایت خود دار اور سرکش ہے اور اس کا مار اچ ہی نہیں سکتا۔ اور چونکہ ماں کی شکل بھیڑیئے سے مشابہہ ہے اس واسطے نہایت مکار اور خود غرض ہے۔ دھوکہ باز اور فریبی ہے۔

ممکن ہے مجھ میں یہ صفات ہوں یا میری قوم کے حاسدوں نے یہ باتیں جلن کی وجہ سے مشہور کر دی ہوں۔ بہر حال یہ واقع ہے کہ میں بچپن میں ضدی بہت تھا۔ اور اس وقت تو نہیں مگر آج مجھے تجربات کی بنیاد پر یہ بھی ماننا پڑا ہے کہ میں والدین کی اطاعت سے بھی گریز کیا کرتا تھا۔ نافرمان تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میں نے ہمیشہ ماں باپ کے ساتھ گستاخانہ برتاؤ کیا لیکن ان بے چاروں نے ہمیشہ درگزر اور عفو سے کام لیا۔ میں نے بارہا والد صاحب قبلہ کو ایک حقیر ملازم کی مانند ڈانٹ دیا لیکن وہ بچارے ہمیشہ میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے رہے۔

یہاں دنیا کے انسانی مورخ نوٹ کر لیں کہ میں کس آزادی کے ساتھ اپنی برائیاں بھی لکھتا جا رہا ہوں اگر میری جگہ حضرت انسان

ہوتے اور ان سے بھی بچپن میں اس قسم کی گستاخانہ حرکتیں سرزد ہوتیں تو وہ ان واقعات کو اس طرح لکھتے کہ بچپن میں میرے معزز والدین مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اور میری نازبرداریوں میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے تھے۔ میری تعلیم وتربیت کا انھیں خاص خیال تھا۔ چنانچہ انھوں نے مجھے تمام دنیا کی ہر زبان کا اور ہر علم کا دستار بند عالم اور فاضل بنایا۔ کروڑوں روپیہ میری تعلیم پر پانی کی طرح بہایا۔ تب یہ خاکسار دنیا میں رہنے کے قابل ہوا۔

دیکھی آپ نے انسانی خاکساری کہ سب کچھ کہہ جاتا ہے۔ ہر قسم کا رنگ جمادینے کے بعد کیسے سوکھے منہ سے کہتا ہے۔ کہ تب کہیں یہ خاکسار دنیا میں رہنے کے قابل ہوا ہے۔ اس کے علاوہ گستاخانہ رویہ کو بتایا کہ والدین میرے نازبردار تھے۔ گویا انسان کے خیال میں گستاخی کرنے کے بعد اگر کوئی بزرگ معاف کردے یا درگزر کی اس سے غلطی ہو تو انسان سمجھتا ہے کہ اس سے محبت کی گئی۔ اور اس کی نازبرداری ہوئی۔

خیر چھوڑیئے ان باتوں کو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بچپن میں خدا جانے کیوں گستاخ تھا ماں باپ کا جتنا احترام کرنا چاہئے میں اس کا عشر

عشیر بھی نہ کرتا تھا اور جہاں تک میرا خیال ہے میری موجودہ بدنامی کا باعث ایک بڑی حد تک والدین کی نافرمانی بھی ہے جو دوسرے بڑے اسباب کے ساتھ مل کر رسوائی کی زیادتی کا سبب بنی۔

موجودہ دنیا والوں کا خیال ہے کہ میں صرف ایک سجدہ کے انکار پر ان حالوں کو پہنچا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ سجدہ کر لیتا تو شاید میری سیاہ بختیوں پر اور کچھ دن پردہ پڑا رہتا مگر وہ تو قدرت ہی کو یہ منظور تھا کہ میں نسلِ آدم کا دشمن مشہور ہو جاؤں قیامت تک مجھ پر لعنت اور پھٹکار کی بارش ہوتی رہے۔

آسمان کی سکونت

عین اس وقت جب میں شباب کی ابتدائی منزلوں سے گزر رہا تھا کہ وہ جنگ شروع ہوئی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

جس میں میرے والدین اور قوم کے لاتعداد افراد لقمہِ اجل ہوئے اور جس میں دنیا کا چوتھا دور بھی ختم کر دیا اس جنگ میں فرشتوں نے مجھے قید کر لیا اور خدائے قدوس کی اجازت سے مجھے آسمان پر لے گئے اس حفاظتِ جاں سے مجھے درحقیقت بے حد مسرت تھی لیکن تجربہ کے بعد آج افسوس کرتا ہوں اگر مجھے بھی میری قوم کے ساتھ فنا کر دیا

جاتا تو زیادہ اچھا تھا اس ذلت کی زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر تھی لیکن مجھے اس وقت کیا خبر تھی کہ آئندہ میری زندگی میرے ساتھ کیسے کیسے ذلت انگیز کھیل کھیلے گی میں صرف یہ سمجھ رہا تھا کہ جان بچ گئی اور اب ہمیشہ فرشتوں کی صحبت میں آرام سے بسر ہو گی۔

شروع شروع میں مجھے فرشتوں نے پڑھایا۔ علومِ مختلفہ کی تعلیم دی۔ اکثر آسمانی راز اور انکے تفصیلی واقعات سے آگاہ کیا پروردگار عالم کے رتبہ اور جاہ و جلال سے آشنا کیا عبادت اور ریاضت کے طریقے سمجھائے۔ آدابِ آسمانی بتائے اور جب میں اپنے تیز ذہن اور زبردست حافظہ کی مدد سے سب کچھ سیکھ گیا تو وہی فرشتے (غالباً حکمِ خداوندی کے ماتحت) مجھ سے علومِ عالیہ میں امداد لینے لگے رفتہ رفتہ میں اپنی قابلیت کے باعث فرشتوں کا مکمل استاد بن گیا۔ اب میری وہ پوزیشن ہو گئی جو کبھی میرے سامنے فرشتوں کی تھی ایک دن وہ آیا کہ وہ سب کے سب میری شاگردی کو باعثِ افتخار سمجھنے لگے

اللہ اللہ قدرت بھی کیسے کیسے عجوبے پیش کرتی ہے کبھی کسی کو اعزاز بخشتی ہے اور کبھی کسی کو۔ اللہ میاں کا ہمیشہ سے یہ دستور ہے کہ وہ اپنی رائے اور اپنے ارادے کو سب سے الگ تھلگ رکھتے ہیں

کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی اور انہیں جو کرنا ہوتا ہے کر جاتے ہیں۔ جس کو چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں ۔ اور جس کو چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں جو انکے راستے سے گمراہ ہو جائے پھر اسے کوئی طاقت صراطِ مستقیم پر نہیں لا سکتی اور جسے راہِ راست کی کنجی دیں پھر اسے کوئی طاقت گمراہ نہیں کر سکتی۔

موجودہ زمانہ میں بھی انکا وہی دستور مائل ہے قرآن مجید میں بھی انہوں نے بارہا یہی جتایا ہے کہ ہم جسے چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں کوئی ہمیں مشورہ دینے کا مجاز نہیں۔

آسمانوں کی سکونت

پہلے آسمان پر

میری عبادت اور ریاضت پورے جوش پر تھی وعظ کی مجلسیں روزانہ ہوا کرتی تھیں۔ پہلے آسمان کے فرشتے میرے درس و تدریس

سے بہت کچھ سیکھ چکے تھے۔ میں بھی ان سب سے مانوس ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے میں بھی انہیں میں سے ایک ہوں۔ میرے سب ساتھی آپس میں ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے رہتے تھے کہ پروردگار نے عزازیل جیسی ہستی ان کی تعلیم و تربیت کے لئے بخشی ہے مجھے بھی سب کچھ معلوم تھا کہ یہ فرشتے میرے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ ایک روز یکایک مجھ کو بتایا گیا کہ آسمان دوئم کے فرشتے میرے جلیس ہونا چاہتے ہیں اور وہ بھی میرے پند و نصیحت سے کچھ فائدہ اٹھانے کی تمنا رکھتے ہیں۔ میں نے یہ سن کر جواب دیا کہ میں جو کچھ جانتا ہوں ان کو بھی ضرور بتاؤں گا۔ وہ شوق سے وعظ کی مجلسوں میں حاظر ہوا کریں۔ لیکن اس کے جواب میں مجھ کو بتایا گیا کہ آسمان دوم کے فرشتے پہلے آسمان پر نہیں آسکتے۔ چنانچہ میں بحکم خداوندی دوسرے آسمان پر پہنچا دیا گیا پہلے آسمان کے فرشتوں کو میری اس تبدیلی اور جدائی سے افسوس ہوا مگر میں نے انہیں سمجھا دیا کہ حکم خداوندی کے آگے ہم سب کی گردنیں خم ہیں اور یہی ہمارا امتیاز ہے آسمانِ اول کے فرشتے میرے سمجھانے سے کچھ مطمئن ہو گئے اور میں اپنے محبوب ساتھیوں کو باحسرت دیاس چھوڑ کر دوسرے آسمان پر چلا گیا۔

دوسرے آسمان پر

یہاں پہنچا تو فرشتوں نے میری بہت آؤبھگت کی اور مجھ سے کہا کہ ہم سب نے اپنے بارگاہِ قدوس میں عرض و معروض کر کے آپ کو حاصل کیا ہے کیا ہی اچھا ہو اگر آپکی زندگی اور عمل سے کچھ ہم بھی سیکھ سکیں رہی وعظ کی مجلسیں جو آپ آسمان اولیں پر منعقد فرمایا کرتے تھے۔ یہاں ہمارے لئے بھی مفید ہوں گی میں نے کہا پیارے دوستو! میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں چنانچہ وہی مشاغل جو پہلے آسمان پر تھے۔ یہاں بھی شروع ہو گئے ایک مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ میری ضرورت تیسرے آسمان کے فرشتوں کو محسوس ہوئی اور اسی طرح مجھے بادلِ نخواستہ دوسرے آسمان کے پیارے ساتھیوں کو الوداع کہنا پڑا۔ چلتے وقت میرے محبوب ساتھیوں نے جن مایوس نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا وہ تیر کی طرح میرے سینے کو چھلنی کر گئیں اور آج تک ان کا اثر محسوس کرتا ہوں۔

تیسرے آسمان پر

پہلے آسمان پر جو بہار تھی کاش میں بیان کر سکنے کی طاقت رکھتا۔

لیکن جب دوسرے آسمان پر پہنچا تھا تو وہاں کے مناظر دیکھ کر پہلے آسمان کو بھول گیا تھا مگر اب تیسرے آسمان نے تو مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ کیسا سماں تھا بس یہ میں ہی جانتا ہوں۔

یہاں بھی وہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ روزانہ وعظ کی مجالس ہوتی تھیں اور لاتعداد ملائکہ شرکت کرتے تھے مجھے اس جگہ بہت ہی ہر دل عزیزی حاصل ہوئی میں نے بھی جی کھول کر اپنے احباب کو تعلیم دی اور انہوں نے بھی ہر طرح سے بے نیاز ہو کر میرے اعمال کی تقلید کی اور فنِ عبادت میں چار چاند لگائے۔

چوتھے آسمان پر

ابھی خود میرا جی بھی نہیں بھرا تھا کہ چوتھے آسمان کے ملائکہ کی رگِ کشش بھڑک اٹھی اور انہوں نے پروردگارِ عالم سے التجا کی کہ عزازیل کو کچھ روز کے لئے ہمارے آسمان پر بھی رہنے کا موقع دیجئے تا کہ ہم بھی اسکی نیک تعلیم سے مستفید ہو سکیں چنانچہ حکمِ باری تعالیٰ مجھے آسمانِ چہارم پر جانا پڑا۔

وہاں میں نے کیا دیکھا یہ ایک بہت بڑا راز ہے اور مجھے اجازت نہیں کہ ظاہر کروں۔ کیونکہ وہاں علاوہ ملائکہ کے میری ملاقات اور

بھی چند مشہور روحوں سے ہوئی۔ بہر حال میں جس لئے آیا تھا اپنے کام میں مصروف ہو گیا یہاں کے فرشتوں نے میری بہت ہی خاطر مدارت کی اور میں نے بھی خوب جی بھر کے ان کے ساتھ محنت کی اور تعلیمِ خاص سے مستفیض کیا حتیٰ کہ مجھے پانچویں آسمان پر جانے کا حکم سنا دیا گیا اور میں بادل نخواستہ چوتھے آسمان سے بھی روانہ ہو گیا۔

پانچویں آسمان پر

یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہاں کے ملائکہ عرصہ دراز سے مجھے بلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ آخر کار پروردگارِ مطلق نے ان کی التجا قبول کی اور مجھے یہاں بھیج دیا۔ اس آسمان پر عجیب بہار تھی ہر طرف عبادت ہی عبادت نظر آ رہی تھی میں بھی اس مشغلہ میں مصروف ہو گیا۔ اکثر وعظ کی مجلسیں منعقد ہونے لگیں میرے آنے سے یہاں کے فرشتوں میں عبادتِ خداوندی کا بے پناہ جذبہ پیدا ہو گیا۔ مجھے دیکھ دیکھ کر ان سب نے بھی اپنی ریاضت میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ابھی تھوڑا ہی عرصہ اس آسمان کی سکونت کو ہوا تھا کہ مجھے چھٹے آسمان پر پہنچنے کا حکم مل گیا۔ چنانچہ میں اپنے دوستوں کو الوداع کہتا ہوا روانہ ہوا۔

چھٹے آسمان پر

کتنی بہار تھی اس آسمان پر۔ کاش ایک دفعہ اور دیکھنے کا موقع مل سکتا۔ ایک وہ وقت تھا کہ میں چھٹے آسمان پر حکومت کر رہا تھا اور تمام فرشتے میرے تابعدار اور معتقد تھے اور آج وہ وقت ہے کہ میں صرف ایک نظارہ کو ترستا ہوں۔ یہاں کے ملائکہ کتنے شریف اور کتنے مہمان نواز تھے۔ اف یہ خیال کر کے کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ ایسے جنت نظیر مقام سے مجھے محروم ہونا پڑا۔ یہاں بہت ہی کم عرصہ قیام ہوا کہ مجھے ساتویں آسمان پر حاضر ہونے کا حکم سنا دیا گیا چنانچہ میں اپنے ساتھیوں کے اخلاص آمیز برتاؤ پر ممنونیت کے آنسو نچھاور کر کے ساتویں آسمان کے لئے روانہ ہو گیا۔

ساتویں آسمان پر

ڈرتا ڈرتا نہائیت ادب واحترام کے ساتھ فلکِ ہفتم پر پہنچا۔ ہر طرف نور کی بارش ہو رہی تھی جدھر دیکھئے نور ہی نور تھا۔ یہاں کے ملائکہ کیا تھے در حقیقت نور کے چلتے پھرتے مجسمے تھے۔ میری آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں چند دربان ملائکہ آگے بڑھے اور انہوں نے حسبِ

دستورِ آسمانِ ہفتم کے فرشتوں کے آداب واحترام سے آگاہ کیا۔

اور آگے بڑھا تو ملائکہ کی ایک مختصر جماعت نے میرا استقبال کیا اور پیغامِ خداوندی سنایا کہ میں ملائکہ ہفت افلاک کے معلم کی حیثیت سے ساتویں آسمان پر بھی فرشتوں کو اپنی تعلیم و تدریس سے فائدہ پہنچاؤں کیوں کہ آسمانِ ہفتم کے فرشتوں نے خداوندِ قدوس سے درخواست کر کے مجھے بطورِ مہمان اپنے پاس بلایا ہے۔

چنانچہ میں ہمہ تن ملائکہ کی تعلیم و تدریس میں مصروف ہو گیا اور مدتِ دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں یہ بات اور لکھ دوں کہ اب مجھے اس قسم کے اعزاز کی عادت ہو گئی تھی۔ اس واسطے اپنی حیرت انگیز عظمت ور ترقی پر مجھے کبھی غور کرنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوئی نہ مجھے غور سے واسطہ پڑا بلکہ میں اپنے خیال میں صرف یہ سمجھتا تھا کہ میری پیدائش کا مقصد صرف عبادتِ الٰہی ہے اور اسکے احکام کی تعمیلِ ارشاد میں فرشتوں کو درس دینے کی خدمتِ عالیہ انجام دے رہا تھا۔

جنت میں

خدا بھلا کرے جنت کے ٹھیکیدار بھائی رضوان کا کہ انہوں نے مجھے یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ بارگاہِ قدسی میں عرض و معروض کر

کے میرے پیر یہاں سے بھی اکھاڑ دیئے اور یہ حکم نامہ بھجوادیا کہ اب جنت میں پہنچ کر کچھ دن ساکنانِ فردوس کو بھی اپنی تعلیم سے فائدہ پہنچاؤں۔

مجھے خدمتِ علم اور تعمیلِ ارشادِ خالقِ کائنات سے ہی اتنی فرصت نہ تھی کہ جنت اور آسمانِ ہفتم کے فرق پر غور کرتا یا ان میں سے ایک دوسرے کو فضیلت دیتا۔ حکم ہوا کہ، جنت میں جا کر وہاں والوں کے ارمان بھی پورے کر دو نہ انکار کی مجال، نہ اقرار کی ہمت، چنانچہ بصد رنج و یاس اپنے ان ساتھیوں کو چھوڑ کر جنت میں چلا گیا۔

جنت میں داخل ہوتے ہی ٹھیکے دار صاحب نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ کہنے کے لئے تو یہ حضرت "دربانِ فردوس" ہیں لیکن سچ پوچھو تو بڑے مزے کر تے ہیں۔ انکی زندگی ایسے چین سے گزرتی ہے کہ اسکی مثال موجودہ دنیا کی کوئی راحت نہیں دے سکتی۔

حضرت دیکھتے ہی کہنے لگے، آیئے بھائی عزازیل ہمارے ایسے نصیب کہاں کہ آپکی زیارت کر سکیں اور آپکی بہترین تعلیم اور قابل تقلید زندگی سے کچھ سبق حاصل کر سکیں میں نے انکساری کے لہجہ میں

(واضح رہے کہ اس زمانہ میں خاکساری کا رواج نہیں تھا اس لفظ کی جگہ انکساری کا لفظ استعمال ہوتا تھا) ان سے بہت کچھ کہا سنا اور آخر میں کہا کہ میں رب العزت کا ایک ادنیٰ اور حقیر بندہ ہوں اور مجھ سے اس سلسلہ میں جو کچھ بھی خدمت ہو سکتی ہے اسے اپنے لئے باعثِ افتخار سمجھتا ہوں۔

بھائی رضوان بولے۔ اگر کچھ دن ہمیں بھی درس و تدریس سے استفادہ کا موقع دیا جائے تو ہم اہالیانِ جنت اپنی خوش نصیبی سمجھیں گے۔

ساکنانِ فردوس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے پھر کہا کہ یہ سب بھی آپ کے رہینِ منت ہونگے اگر آپ ہماری التجا قبول فرما کر کچھ روز خلد میں قیام کریں۔ میں نے کہا آپکو بھی معلوم ہے کہ پروردگار نے مجھے حکم بھیجا ہے کہ چند یوم آپکے ساتھ بھی گزار دوں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میں یہاں نہ رہوں یا میری کیا مجال ہے کہ تعمیلِ حکم سے سرکشی کا ارادہ بھی کر سکوں۔

اسکے بعد رضوان نے باجازتِ خداوندی مجھے تمام خلد کی سیر کرائی۔ جی باغ باغ ہو گیا۔ وہ کچھ دیکھا جو کبھی نہ دیکھا تھا اور شاید اب کبھی

نہ دیکھ سکوں گا۔

الغرض میں جنت میں رہنے لگا اور وہاں بھی وہی وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور یہ دستور مقرر ہوا کہ ایک مخصوص اور با عظمت مقام پر یاقوت واحمر کا ممبر تیار ہوتا تھا اور اس پر ایک نُوری علم ایستادہ کیا جاتا تھا۔ اس ممبر پر میں وعظ کہتا تھا۔ ہر مجلس میں ملائکہ کی تعداد اتنی کثیر ہوتی تھی کہ انکا شمار میری قوتِ شماریہ سے بھی باہر تھا۔ سوائے عالم الغیب کے اس تعداد کو کوئی نہیں جانتا۔

درس و تدریس کا یہ مبارک سلسلہ سالہا سال تک جاری رہا ملائکہ نے اس زمانہ میں مجھ سے بہت کچھ حاصل کیا گو ساتوں آسمانوں سے ہزار ہا گنا زیادہ فردوس میں ملائکہ نے مجھ سے فائدہ اٹھایا۔ لیکن میرے خیال میں وہ اتنا ہے جیسے کسی بغیر ساحل کے سمندر میں سے کسی نے چند قطرے لئے ہوں۔

ہیڈ پیغمبر

اس ترقی درجات کے زمانہ میں زمین کی دنیا نے پھر ایک

کروٹ بدلی۔ میں آسمانوں پر محوِ تدریس تھا اور آسمانی دنیا کو دولتِ علم و عبادت سے مالا مال کر رہا تھا۔ ادھر زمین کی بچی بچائی مخلوق پھر سمٹ سمٹا کر ایک مرکز پر جمع ہو گئی تھی اور اپنی کھوئی ہوئی وقعت اور نگاہِ التفات ڈھونڈ رہی تھی۔

مجھے اطلاع ملی کہ میری قوم کے بہت سے افراد جو کسی زمانہ میں فرشتوں کی جنگ میں فنا نہ کیے گئے تھے اور جن کو پروردگار نے کسی مصلحت سے اِدھر اُدھر روپوش ہو جانے کی اجازت دے دی تھی آج پھر بے سروسامان پھر رہے ہیں اور انہیں کوئی سچا راستہ دکھانے والا نہیں ہے یہ حالات معلوم کر کے میرا جی بے حال ہو گیا دل نے کہا۔ چھوڑ ان مشاغل کو۔ تیری قوم بے یار و مددگار اور ڈانواں ڈول پھر رہی ہے۔ انہیں راستہ بتا۔ تاکہ وہ بھی تیری طرح مصروفِ عبادت ہو کر قربِ الٰہی حاصل کر سکیں۔ مگر مشکل یہ تھی کہ اگر میں قومی لیڈری کے حصول کی درخواست کرتا ہوں تو جنت اور اسکی سکونت ہاتھ سے جاتی ہے اور یہ عظمت و وقار جو آج میسر ہے وہ پھر نہیں رہے گا۔ مجھے اب سے بہت پہلے کے واقعات یاد تھے جو بد اعمالیوں کے باعث اہلِ زمین پر گزر چکے تھے اور جن کے تصور سے اب بھی روح پر سکتہ کا عالم طاری ہو

جاتا ہے۔

ایک طرف جنت تھی اور ایک طرف قومی رہبری۔ میرے دل کی دنیا میں دونوں جنگ کر رہی تھیں۔ کبھی اعزاز ذاتی کا غلبہ ہو جاتا تھا اور کبھی حب قومی کا۔ کبھی سوچتا تھا کہ قوم کی رہبری کے لئے زمین پر جانا پڑے گا تو یہ آسمانی سکونت چھن جائے گی اور کبھی یہ احساس پریشان کرتا تھا کہ قومی خدمت پر ہزار راحتیں قربان کر دینی چاہئیں غرض عجیب ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا کہ بارگاہِ خداوندی سے حکم ملا۔

تم اگر چاہو تو ہم تمہیں تمہاری قوم کا راہبر بنا کر بھیج سکتے ہیں تاکہ تم ان بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراطِ مستقیم پر لگا کر قومی فرض ادا کرو اس کے بعد بھی تمہارے ساتھ یہ رعایت رہے گی کہ تم جب چاہو آسمان پر بلا روک ٹوک آ سکتے ہو اور جب چاہو اپنی قوم میں جا سکتے ہو تمہارے لئے ہفت افلاک اور جنت الفردوس کے داخلہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہو گی۔

اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں میں تو خود یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح مجھے ان درجات کے ہوتے ہوئے بھی قومی رہبری کا موقع مل جائے

چنانچہ میں نے خالقِ کائنات سے عرض کی کہ :۔

"اے پروردگارِ عالم! تو عالم الغیب ہے۔ تو نے دل کی بات جان کر مجھے بامراد فرمایا ہے۔ اب میں تجھ سے امداد و اعانت طلب کرتا ہوں کہ مجھے زمین پر بھیجنے سے پہلے اتنی طاقت دیدے کہ ضرورت کے وقت میں کسی کام میں معذور نہ رہوں اور روئے زمین کے ذرہ ذرہ کو مطیع اور فرماں بردار بنا سکوں"۔

دریائے رحمت نے میری یہ آرزو بھی آغوش میں لے لی اور بصدِ اعزاز مجھے اپنی قوم کی رہبری کے لئے بھیج دیا اور بے شمار ملائکہ کی فوج بھی میرے ساتھ کر دی۔

اسسٹنٹ پیغمبروں کی روانگی!

میں ملائکہ کی کثیر فوج کے ساتھ زمین پر آیا اور اپنی سکونت کے لئے ایک نہایت پر فضا مقام تجویز کرنے لگا۔ ملائکہ کی فوجیں بھی میرے اردگرد بس گئیں۔

اب میں نے اپنی قوم کی رہبری کے لئے ایک پروگرام بنایا اور
کامل غوروخوض کے بعد یہ مناسب سمجھا کہ میں اپنی قوم کے پاس ایک
اسسٹنٹ پیغمبر بھیجوں۔ تاکہ وہ تعلیم خداوندی سے قوم جنہ کو بہرہ ور
کرے۔ چنانچہ میں نے چندروزہ کوشش کے بعد اپنی قوم کے چند افراد
سے دوستی کر کے انھیں اپنے ساتھ ملالیا۔

لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ صرف
چند دوستوں کے حصول میں مجھے کافی وقت اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔
یہ بھی عجیب بات تھی کہ باوجود اس تباہی اور بے چارگی کے یہ قوم اب بھی
غراتی تھی۔ بہر حال حکمتِ عملیوں سے میں نے کچھ ایسے افراد حاصل کر
ہی لئے جو مجھے میرے پروگرام میں امداد دے سکتے تھے۔

سب سے پہلے میں نے سہلوطلیث ابن بلاہت کو بطور اپنے نائب
یعنی (اسسٹنٹ پیغمبر) کے قوم کی طرف بھیجا۔ سہلوطلیث نہایت
ہوشیار اور متقی جن تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ وہ اس خدمت کو نہایت
دانشمندی سے انجام دے گا۔ لیکن افسوس ہے کہ جانے کے بعد اس
نے عرصہ تک کوئی خبر نہیں بھیجی۔ تب میں نے ایک دوسرے جن کو
تیار کر کے بطور ہادی قوم کی طرف روانہ کیا وہ بھی ایسا روپوش ہوا کہ

عرصہ تک خبر نہیں ملی۔ اس کے بعد مجبوراً تیسرے پیغمبر کو مامور کیا۔
یہ حضرت بھی اپنے سابقہ ساتھیوں کی طرح ہوا میں غائب ہو گئے۔ تب
مجبوراً ایک اور پیغمبر روانہ کیا۔ یہ حضرت بھی ایسے گئے کہ خط بھی نہ بھیجا
رسید کا۔ پانچواں پیغمبر بھیجا تو یہ حضرت پانچویں سوار ثابت ہوئے۔
مجبوراً چھٹا پیغمبر تیار کیا اور خوب سمجھا بجھا کر اور تاکید کر دی کہ تم
پہلوں کی طرح بیٹھ نہ رہنا۔ کم از کم حالات سے ضرور مطلع کرنا۔ مگر یہ
بھی اپنے ساتھیوں کے بھائی ثابت ہوئے۔

اب مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں نے سوچا کہ اگر یہی لیل و نہار رہے
تو قوم کی رہبری اپنے بس کی بات نہیں۔ سوچتے سوچتے دل نے کہا کہ
کم از کم ایک بار اور کوشش کر لوں۔ آخر یہ لوگ غائب کیوں ہو جاتے
ہیں۔ جسے بھیجتا ہوں بس یہی سمجھنا پڑتا ہے کہ بھیج دیا۔ کوئی خیر خبر نہیں
ملتی۔ خود مختلف ذرائع سے جانے والوں کے حالات معلوم کرتا ہوں تو
پتہ چلتا ہے کہ وہاں کوئی پہنچا ہی نہیں۔ صحیح حالات ہی کوئی نہیں بتاتا۔

میں نے اپنی کوشش سے جو چند افراد حاصل کئے تھے۔ ان میں
سے کئی معتبر اور بھروسے کے نمائندے بھیج چکا ہوں۔ لیکن ہنوز روز
اوّل تھا۔ اب میں نے باقی ماندہ ساتھیوں پر نظر ڈالی اور آخری کوشش

کے لئے آسف بن یاسف کو انتخاب کیا۔ یہ بہت ہی تیز طرار اور بے انتہا چالاک جن تھا۔ بہت عابد اور پرہیز گار۔

آسف کو اول تو اس خدمت سے کچھ تامل ہوا لیکن میرے سمجھانے سے علمِ پیغمبری لے کر روانہ ہو گیا۔ میں نے ضروری ہدایتیں کیں۔ اور خوب اچھی طرح پڑھا دیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو کہ شریعتِ آسمانی پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرو۔ اور حالات سے مجھے مطلع کرتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی سابقہ پیغمبروں کی طرح منہ چھپا بیٹھو۔

.آسف اللہ کا نام لے کر روانہ ہو گیا۔ اور وعدہ کر گیا۔ کہ حتی المقدور ہدایت پر عمل کروں گا۔ عرصہ تک مجھے اس کی بھی کوئی خبر نہ ملی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ بھی پچھلے نبیوں کی طرح فرار ہو گیا۔ لیکن حیرت یہ تھی کی باوجود سخت تحقیقات کے یہ پتہ کسی طرح نہ چلتا تھا۔ کہ میرے بھیجے ہوئے پیغمبر کہاں روپوش ہو جاتے ہیں۔ نہ ان کا وہاں پہنچنا پایا جاتا ہے۔ نہ کوئی یہ اقرار کرتا ہے۔ کہ ہم نے انھیں کسی جگہ دیکھا ہے۔ میں نئے طریقوں اور آئندہ تجاویز پر غور کر ہی رہا تھا۔ کہ ایک دن آسف نہایت پریشان اور ہراساں آیا اور کہنے لگا کہ :۔

"اے عزازیل تم نے آج تک جتنے نبی اپنی قوم میں بھیجے ہیں وہ سب فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ قوم کے سربرآوردہ جنوں نے ہر پیغمبر کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک کیا ہے وہ اپنے درمیان کسی ہادی کو دیکھنا پسند نہیں کرتے۔"

تم نے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں ان سب کے ساتھ نہایت وحشیانہ سلوک کیا گیا ہے اور یہ کہہ کر فنا کیا گیا کہ تم نے قوم سے غداری کر کے دوسری پارٹی سے میل جول پسند کیا تھا اس واسطے تم اس قابل نہیں ہو کہ ہم میں مل بیٹھ سکو۔"

یہ حالات سن کر میرے تن بدن میں آگ کے شرارے نکلنے لگے اور میں نے اس وقت بارگاہ رب العزت میں دعا کی کہ اے خالقِ کائنات ! مجھے طاقت دے کہ اپنی نافرمان قوم سے انتقام لے سکوں اور مجھے کوئی گزند نہ پہنچے، ارشاد ہوا۔ کہ انتقام لے سکتے ہو۔ تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ چنانچہ میں نے اسی وقت ملائکہ کی فوج کو حکم دیا کہ قوم جنہ میں جتنے سرکش اور باغی ہیں۔ سب کو نیست کی گود میں سلا دو،

اور کسی ساتھ رعایت نہ کرو۔ البتہ کوئی متقی اور پرہیزگار نظر آئے تو اس
کو احترام کے ساتھ ہمارے پاس بھیج دو۔ اور باغیوں میں سے اگر کوئی
صراط مستقیم پر چلنے اور شریعت آسمانی پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ کرے
تو اس کو بھی بہ حفاظت ہم تک پہنچا دو۔

ملائکہ کی فوج نے ایسا ہی کیا۔ باغی اور سرکشوں کو چن چن کر
نیست و نابود کر دیا۔ اب اس دنیا میں صرف متقی اور نیک لوگ رہ گئے
تھے فساد اور بغاوت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔

خدا کا وائسرائے

اس جنگِ عظیم کے بعد دنیا سے گناہوں کا نام و نشان ہی جاتا رہا
جس طرف نگاہ جاتی تھی۔ رکوع و سجود کا منظر سامنے آجاتا تھا مجھے اپنی
عظیم الشان کامیابی سے بے حد مسرت ہوئی اور میں حسبِ دستور بچے
کچھے افراد کے درس و تدریس میں مصروف ہو گیا۔ اب مجھے ان لوگوں کو
تعلیم دینے میں کوئی دقت نہیں تھی، اور ذاتی طور پر نہائت آسانی کے
ساتھ پیغمبری کرنے لگا۔ بادشاہِ حقیقی کو میری خدمات پسند آئیں اور اس

نے مجھے اپنا وائسرائے بنا لیا۔ اور وائسرائے بنانے کے بعد تمام کائنات
میرے ماتحت کر دی۔ روئے زمین کا چپہ چپہ میری حکومت میں آگیا اور
ہفتِ افلاک کی باگ ڈور بھی میرے ہاتھ میں دے دی گئی۔ جنت اور
دوزخ بھی میرے زیرِ اثر آگئے۔

اب میرے فرائض بہت کچھ بڑھ گئے تھے لیکن چونکہ دنیا سے
گناہوں کا رواج تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ اس واسطے مجھے بیشتر وقت حمد و ثنا
کے لئے بھی مل جاتا تھا۔ میری عبادت کی جگہ بھی اس زمانہ میں
مخصوص نہیں رہی تھی جس طرح ہندوستان کا وائسرائے موسم گرما میں
شملہ، موسم سرما میں دہلی اور ماسم خزاں میں ریاستوں وغیرہ کا دورہ
کرتا تھا یا جہاں ضرورت سمجھتا تھا چلا جاتا تھا۔ بالکل یہی کیفیت میری
تھی جب جی چاہتا زمین پر مصلیٰ بچھا کر عبادتِ الٰہی کرتا اور جب جی چاہتا
آسمان پر پہنچ جاتا نہ یہاں کوئی دقت اور نہ وہاں کوئی تکلیف۔ البتہ "
موسم خزاں " کا اس زمانہ میں رواج نہیں تھا۔ اس واسطے کوئی نئی سر
زمین اس موسم کے لئے نہیں بنی تھی۔

میری شہنشاہی پورے عروج پر تھی۔ وائسرائے کی طرح مجھ پر
مجبوریاں اور پابندیاں حکمران نہیں تھیں۔ میں باوجود شہنشاہِ حقیقی کی

نیابت کے بالکل آزاد تھا۔ آپ یقین کیجئے کہ باوجود اتنی عظمت و سطوت کے میں نے کسی کو نہیں ستایا امن و امان کے دیوتا کو کبھی ناراض نہیں کیا۔ میں خدمتِ ملک و قوم کے لئے وائسرائے بنایا گیا تھا۔ میرا مقصد اور میری زندگی کا مشن صرف یہی تھا کہ میری خدمت سے عوام کا بھلا ہو۔ آجکل کے بادشاہوں کی طرح مجھ میں ملک گیری، زر پرستی اور جاہ طلبی کا مادہ نہیں تھا آج کل کے بادشاہوں کی طرح غریب اور کمزور پر لالچی نگاہیں ڈالنے کا میں عادی نہ تھا اور نہ مجھ میں ذاتی وجاہت پر مغرور ہونے اور دوسرے کو حقیر سمجھنے کی صلاحیت تھی۔ میرے نزدیک سب برابر تھے کیونکہ میرے خیال میں حکومت اور بادشاہی اس لئے ہوتی تھی کہ قوم اور وطن کی خدمت کی جائے نہ اس لئے کہ طاقت کے گھمنڈ میں صاحب اپنی قوم کی پرورش کا خیال بھی صفحۂ دل سے ہمیشہ کے لئے محو کر دے۔

آج کل جس چیز کا نام انسانی دنیا نے بادشاہی رکھا ہے وہ اتنی مضحکہ خیز اور ذلیل چیز ہے کہ میں نے اپنی تمام عمر میں اتنا ناپاک عہدہ نہ اپنی قوم میں پایا اور نہ اب سے پہلے انسانی نسلوں میں دیکھا۔ خدا کی پناہ آج کل کا انسان ذاتی وجاہت اور عیش و آرام کے لئے حکومت کرتا

ہے۔ اسے رعایا کی تکلیف و آرام پر غور کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ بلکہ وہ یہ سوچ لیتا ہے کہ رعایا کی ضرورتوں پر غور کرنا میرا کام نہیں دوسرے ملازمین رعایا کو دیکھ بھال لیں گے۔

کتنا افسوسناک اور خود غرضانہ خیال ہے۔ حکومت کا تخت اور حکومت کے مخصوص اختیارات تو اپنے ہاتھ میں مضبوط پکڑے اور یہ سمجھ کر بیٹھ رہے کہ رعایا کے حالات پر ماتحت افسران غور کر لیں گے۔ خزانہ کی چابیاں تو اپنی جیب میں رکھے اور سوچ لے یہ کہ خزانچی اپنا کام جاری رکھے گا اپنے کان پھوڑ کر بیٹھ جائے اس انتظار میں کہ رعایا کی فریاد کوئی اور سن لے گا یہ ہے انسانی دنیا کا بادشاہ اور پھر لطف یہ کہ ان جیسے حالات کے باوجود بھی حضرت انسان اپنے کو اشرف المخلوقات سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اگر خود غرضی اور عیش پرستی اور وطن اور قوم سے لاپرواہی کا نام شرف ہے تو ایسے شرف کو دور سے سلام۔ یہ حضرت انسان ہی کو مبارک رہے۔

سب سے پہلا شیطانی خیال

میرے حسنِ انتظام اور ہوش مندیوں سے معبودِ حقیقی پوری طرح مطمئن تھا اور زمین و آسمان کا چپہ چپہ میرا مطیع اور فرمانبردار بنا ہوا

تھا کسی کو مجالِ سرکشی نہ تھی میں جو کچھ چاہتا تھا کر سکتا تھا دنیا کی ہر طاقت میرے اختیار میں تھی۔ اپنی قوم کے علاوہ فرشتوں کی دنیا پر بھی میں اسی طرح مسلط تھا اور وہ سب بھی میری تابعداری کو سعادت سمجھتے تھے۔

ایک دن بیٹھے بیٹھے مجھے خیال آیا (نعوذ باللہ۔ نقلِ کفر، کفر نباشد) اب کسی وجہ سے شہنشاہِ حقیقی اپنی تمام سرپرستیوں کے ساتھ شہنشاہیت سے کنارہ کشی کر لے یا اسکی طاقت اسی معاملہ میں کمزور ہو جائے تو میں اسکے بعد اسی اطمینان کے ساتھ حکومت کر سکتا ہوں کیونکہ اب میں کسی معاملہ میں (نعوذ باللہ) خدا کا محتاج نہیں ہوں۔ وہ زمانہ گزر گیا۔ جب میں بات بات پر اسکا محتاج تھا اور وہ بار بار میری مدد کرتے تھے اور وقتاً فوقتاً مختلف قسم کی طاقتیں بخشتے رہتے تھے۔

آج ضرورت سے زیادہ ہر طاقت میرے پاس ہے اب مجھے نہ کسی امداد کی ضرورت ہے نہ کسی سرپرستی کی۔ اگر چاہوں تو آج ہی پوری آزادی کا اعلان کر دوں۔

دوسرا شیطانی خیال

افسوس ہے کہ باوجود اچھا خاصا سمجھدار ہونے کے میری عقل

پر اسوقت پتھر پڑ گئے اور میں یہ نہ سوچ سکا کہ جس میں اعزاز بخشنے کی طاقت ہے وہ ذلت بھی تو دے سکتا ہے۔ مگر میں سوچتا بھی تو کیسے۔ میری خلقت نار سے ہوئی تھی اور احسان فراموشی نار کا خاصہ ہے اس واسطے کہا جا سکتا ہے کہ میں بے قصور تھا احسان فراموشی کے ان ناپاک خیالات کو روکنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

پہلے شیطانی وسوسہ پر جتنے آنسو بہاؤں کم ہے۔ کیونکہ پہلی بات تھی۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ احساس بھی شروع ہو گیا کہ اگر خدا چاہے کہ عزازیل سے یہ تمام وجاہتیں اور عظمتیں چھین لے یا چھین کر کسی دوسرے کو دیدے تو شاید اسے بہت کچھ دقتیں اٹھانی پڑیں گی اور (نعوذ باللہ من ذالک) پھر بھی کامیاب نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ دنیا جہان کی ہر طاقت میرے قبضہ میں آچکی ہے۔ اور جس کے بل بوتہ پر (توبہ، توبہ) اسے ناز ہے وہ میرے اختیار میں ہے۔

لعنت ہے میرے ان خیالات پر جنھوں نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ اور سب کچھ چھنوا دیا۔ بہر حال اس وقت باوجود ان شیطانی وسوسوں کے مجھ سے کوئی باز پرس نہیں کی گئی تھی اور میں بدستور حکومت اور پیغمبری کرتا رہا۔

جبرئیل علیہ السلام کی پیدائش

اسی زمانہ سے آسمان سے خبر آئی کہ پروردگارِ عالم نے جبرئیل کو خلعت عنایت فرمایا ہے اور انہیں امین الوحی کے خطاب سے بھی سرفراز کیا ہے مجھے اس خبر سے درحقیقت بہت ہی تکلیف ہوئی۔ کیونکہ میں اپنی موجودگی میں کسی دوسرے کو برسرِ اقتدار دیکھنا پسند نہ کرتا تھا۔ نہ مجھے یہ گوارا تھا کہ میرے ہوتے ہوئے کسی غیر کو کوئی خطاب اور عظمت عطا ہو۔

سنا گیا کہ جبرئیل عالمِ وجود میں آتے ہی سجدہ میں گر گئے اور یہ سجدہ آجکل کے حساب سے تقریباً تیس ہزار سال کی مدت میں ختم کیا۔ جب جبرائیل نے سجدہ سے سر اٹھایا تو اپنے معبود سے دریافت کیا کہ اے پروردگار جس طرح میں نے تیری عبادت میں قیام کیا ہے اس کی مثال تیری مخلوق میں مل سکتی ہے؟ ارشاد ہوا۔

"جبرائیل! تیری عبادت ممکن ہے تمھاری نظر میں زیادہ اہمیت رکھتی ہو۔ لیکن تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں آخر زمانہ میں ایک ایسا گروہ بھی پیدا کروں گا۔ جسکی دو رکعت نماز تمھارے تیس ہزار سال

کے ایک سجدہ سے کہیں زیادہ باوقعت اور ممتاز ہوگی اور اس دو رکعت نماز کا اجر تمہارے طویل سجدہ سے لاکھوں گنا زیادہ ہوگا۔"

جبرائیل کو یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی کہ تیس ہزار سال کے سجدہ سے دو رکعت نماز کی اہمیت زیادہ ہے اور اسکا زیادہ اجر ہے۔ آخر کار انہوں نے پروردگار سے پھر سوال کیا۔ کیف ذالک یا رب العالمین (اے پروردگار عالم یہ کیسے) ارشاد ہوا۔

"تم نہیں جانتے کہ وہ کن کن مصیبتوں میں یہ دو رکعت نماز ادا کریں گے۔ میں نے تمہیں نورِ خاص سے پیدا کیا ہے اور تمام خواہشاتِ نفسانی و علائق جسمانی اور تلاشِ معاش وغیرہ کی ہر آفت سے بری رکھا ہے تمہیں کوئی بہکانے اور راہِ راست سے بھٹکانے والا بھی نہیں بنایا۔ لیکن اس گروہ کا امتحان لینے کے لئے میں نے طرح طرح کی پابندیاں تجویز کی ہیں۔ خواہشاتِ نفسانی کو بھی انکا دشمن بنایا ہے۔ تلاشِ معاش کا بار بھی انہیں پر رکھوں گا۔ طرح طرح کے جسمانی آزار بھی انہیں ہوں گے۔ اس کے بعد دیکھوں گا کہ کتنے ایسے ہیں جو میرے بتائے ہوئے راستہ پر قائم رہ کر ان پابندیوں سے گزرتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ جبرئیل:۔ جب ان حالات میں وہ دو رکعت نماز ادا کریں گے تو وہ

وہ تمہارے ہزار سال کے سجدے سے کتنی زیادہ باوقعت اور قابلِ ستائش ہوگی۔ تم تو محض نور سے پیدا کیئے گئے ہو۔ تمہارا کام عبادت ہے تمہاری سرشت میں عبادت ہے اور وہ گروہ آب و گل کی کشمکش میں بھی سجدہ عبادت بجالائے گا۔ تو اب تم ہی غور کرو کہ تمہاری عبادت قابلِ تحسین ہے یا اس گروہ کی۔"

جبرئیل نے یہ حالات سن کر کہا۔ پروردگار تو علیم و خبیر ہے ظاہر و باطن کے حالات تو ہی جانتا ہے۔ میری کیا مجال کہ تیری حکمت عملیوں پر غور کرنے کا ارادہ بھی کرسکوں۔ اس کے بعد جبرئیل بدستور عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گئے اور یہ معاملہ یہیں کا یہیں رہ گیا۔

اللہ میاں کی پیشین گوئی

ایک روز کا ذکر ہے میں بغرض سیر و تفریح ہفتِ افلاک کی سیر کے لئے گیا کیا دیکھتا ہوں کہ لوحِ محفوظ پر آسمانی زبان میں حسبِ ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے

"ہمارا ایک ایسا بندہ ہے جسے ہم انواع و اقسام کی نعمتوں سے مالا

مال کریں گے۔ اور زمین سے اس کو آسمان پر پہنچا دیں گے اور آسمان سے پھر اسکو جنت میں لے جائیں گے۔ اس کے بعد ہم ایک خاص کام پر اسے مامور کریں گے لیکن وہ انکار کرے گا اور بغاوت پر آمادہ ہو جائے گا۔"

مجھے یہ عبارت پڑھ کر بڑی ہی حیرت ہوئی۔ ایسا کون ہوگا جو اپنے محسن کے ساتھ ایسی احسان فراموشی کرے گا میں نے سوچا کہ اگر میرے ساتھ کوئی اتنے احسان کردے تو اپنی جان تک اس پر قربان کر دوں بڑا بد نصیب ہے وہ بندہ جس پر خدا ایسی ایسی نعمتیں نازل فرمائے اور وہ سرکشی پر آمادہ ہو۔

دوبارہ عبارت پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس پوری عبارت کے قریب ہی ایک جگہ نہایت صاف اور جلی حروف میں تحریر تھا۔

"اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔"

میں گھبرایا ہوا بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا! اور عرض کی لے رب العالمین یہ شیطان الرجیم کون ہے جس سے پناہ مانگنا چاہیئے۔ ارشاد ہوا کہ ہمارے بندوں میں سے ایک ہے جو انواع اقسام کی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا لیکن ہماری ایک نافرمانی کے باعث مردودِ بارگاہ ہو

جائے گا۔ میں نے عرض کی۔ "پروردگار: مجھے اس ملعون کو دکھادے۔ تاکہ میں اسے ابھی جہنم رسید کر دوں" بارگاہِ عالی سے ارشاد ہوا۔ "ستراہ" یعنی تو جلد اسے دیکھے گا۔

مجھے یہ کیفیت دیکھ کر بہت ہی بے چینی ہو گئی اور بار بار یہی خیال آتا تھا کہ ایسا کون احسان ناشناس ہو گا جو پروردگار کی نعمتوں سے مالا مال کیا جائے اور پھر بھی مطیع نہ رہے یا خالقِ کائنات سے بغاوت کرنے کا ارادہ کر بیٹھے۔ میں اس مردود پر ہزاروں لعنتیں بھیجتا ہوا آسمان سے واپس ہوا راستہ بھر اس تکلیف دہ خیال نے ستایا۔

آسمان سے واپس آنے کے بعد مجھے ایک عجیب بات نظر آنے لگی۔ یعنی میں جب سجدہ سے سر اٹھاتا۔ سجدہ کی جگہ "لعن اللہ علی ابلیس" لکھا نظر آتا چنانچہ سجدہ سے اٹھنے کے بعد میں بھی ہر مرتبہ یہی کلمہ زبان پر لانے لگا۔ مجھے اس وقت کیا خبر تھی کہ یہ لعنت اپنے اوپر ہی بھیج رہا ہوں اور وہ بد خصال احسان فراموش میں ہی ہوں گا۔ جس کی پیشین گوئی لوحِ محفوظ پر لکھی دیکھی تھی۔

مگر ہاں مجھے یاد ہے کہ اس وقت یہ خطرہ میرے دل میں ضرور گزرا تھا کہ جب وہ شیطان پروردگار کی نعمتوں کو ٹھکرانے کی طاقت رکھتا

ہے تو یقیناً کسی وقت مجھ سے بھی برسرِ پیکار ہو گا۔ اس واسطے میں ابھی سے کیوں نہ اس کا انتظام کر لوں چنانچہ ایک دن میں نے اپنی فوج کے تمام فرشتوں کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ اگر خدانخواستہ مجھ پر کسی وقت کوئی آفت آجائے تو تم سب میرے لئے کیا کرو گے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی قربانیوں کا حال سنانا شروع کر دیا۔

اس کے بعد میں نے دریافت کیا کہ اگر خداوندِ عالم جائے میرے کسی دوسرے کو زمین کی بادشاہت دیدے اور میری جگہ کوئی دوسرا افسرِ اعلیٰ اور خدا کا وائسرائے مقرر ہو جائے تو تم لوگ کیا کرو گے؟

سب نے ایک زبان ہو کر کہا:

اے بادشاہِ زمین و زماں! ہماری کیا مجال ہے کہ حکمِ خداوندی کے سامنے دم مار سکیں۔ ا۔ کا ارشاد ہمارے سر آنکھوں پر۔ جو بارگاہِ رب العزت سے ارشاد ہو گا۔ ہم بسر و چشم اسے قبول کرینگے۔ یہ جواب سن کر مجھے بے حد تشویش ہو گئی میں نے سوچا کہ اگر کبھی (نعوذ باللہ) میرے اور خدا کے درمیان کوئی جنگ شروع ہوئی تو یہ سب کے سب مجھ سے منحرف ہو کر خدا کی طرف ہو جائیں گے اور ایسی حالت میں

میرے وقار اور عزت وآبرو کا خاتمہ ہو جائے گا۔

حضرت آدمؑ کا پتلہ

میں اس شش و پنج میں مبتلا تھا کہ آسمان سے حضرت آدمؑ کا پتلہ تیار ہونے کی خبر ملی۔ مجھے بتایا گیا کہ ایسا عجیب و غریب قالب تیار کرنے کا پروردگار نے حکم دیا ہے۔ جس کی بناوٹ میں عجیب و غریب چیزیں کام میں لائی جائیں گی۔ مخبر نے کہا کہ جیسا پتلہ تیار ہونے والا ہے۔ نہ ہم نے سنا نہ دیکھا۔ اس کا سر مکہ کی خاک سے تیار ہوگا اور گردن بیت المقدس کی مٹی سے بنے گی سینہ زمینِ عدن سے اور پشت شکم ہندوستان کی سرزمین سے۔ ہاتھ مشرق کی خاک سے اور پیر مغرب کی زمین سے تیار ہونگے اور باقی گوشت پوست اور خون وغیرہ تمام جہان کی مجموعی خاک سے بنیں گے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اس پتلہ میں مٹی علاوہ آگ پانی اور ہوا کو بھی شامل کیا جائیگا اور اس طرح یہ عجیب و غریب پتلہ خود صانعِ مطلق اپنے ہاتھ سے تیار کریگا اس کے بعد یہ معلوم نہ ہو سکا کہ تیاری کے بعد

اس پتلہ سے کیا کام لیا جائے گا۔

سی آئی ڈی کی یہ اطلاع میرے لئے بہت تشویش انگیز تھی معاً مجھے خیال آیا کہ جس بندہ کے لئے لوحِ محفوظ پر پیشین گوئی کی تھی، ہو نہ ہو یہ وہی حضرت ہیں۔ پروردگار اسی پتلہ کو اپنی نعمتوں سے مالا مال کریگا لیکن مجھے یاد آیا۔ پروردگار کی پیشینگوئی میں تو یہ بات ہے کہ پہلے اسکو زمین سے آسمان پر پہنچادیں گے۔

یہ پتلہ تو آسمان پر ہی تیار ہو رہا ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ پیشین گوئی اس کے لئے ہو۔ اس خیال نے مجھے پریشان کر دیا۔ البتہ اگر یہ پتلہ زمین پر تیار ہوتا تو یقیناً شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔

میں نے مخبر سے پوچھا کہ اس پتلہ میں یہ جگہ جگہ کی مٹی کیوں شامل کی گئی۔ کیا ایک ہی جگہ خاک کا اتنا ذخیرہ نہیں مل سکا۔ جو اس کے لئے کافی ہوتا۔ مخبر نے کہا کہ مختلف ممالک کی مٹی سے تیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پتلہ کی نسل مختلف اور مختلف خصائل کی بنے گی اور اس ترکیب عمل کا نتیجہ ایک یہ بھی ہوگا کہ نسل آدم مختلف شکلوں اور مختلف ہستیوں میں نمودار ہو سکے گی۔

میں نے پوچھا کیا آدم کا پتلہ اس لئے تیار ہو رہا ہے۔ کہ اس سے

نسل چلائی جائے گی۔ جواب ملا کہ باطن کا حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن حالات اور مختلف افواہیں یہی بتاتی ہیں کہ اس پتلے کی کسی نہ کسی وقت نسل چلے گی۔

ان عجیب و غریب اطلاعوں نے مجھے اور بھی پریشان کر دیا۔ طرح طرح کی بدگمانیاں اور برے برے خیال ہر وقت ستانے لگے۔ اسی اثناء میں میرے محکمہ سی۔آئی۔ڈی نے مجھے اطلاع دی کہ پروردگار نے آدم کا پتلہ تیار کر کے زمین پر بھیج دیا ہے اور فلاں فلاں جگہ رکھا ہوا ہے۔

فرشتے یہ سن کر جوق در جوق وہاں جانے لگے۔ پتلہ کا تحیّر خیز حسن، صفائی، طینت و ہیت اور ترکیبِ ظاہری و باطنی اعضاء کی عجیب و غریب ساخت کو دیکھ دیکھ کر تمام فرشتے انگشت بدنداں تھے اور صانع حقیقی کی حمد و ثنا ادا کرتے تھے۔

میں بھی پتلہ کے پاس گیا۔ در حقیقت اس کے متعلق جو کچھ اطلاع ملی تھی۔ وہ سب باتیں اس پتلہ میں موجود تھیں۔ عجیب و غریب اعضا کی ساخت اور اس کا حسن واقعی بے نظیر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہاں جتنے فرشتے تماشا دیکھنے جمع ہوئے تھے کہنے لگے کہ اے بادشاہ عالم! یہی وہ پتلہ ہے جس کی اطلاع ہمیں ملی تھی۔ میں نے کہا ذرا ٹھہرو میں اسے

اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ معلوم ہو سکے کہ خداوند قدوس نے اس کے اندر کس قسم کی مشینری رکھی ہے۔ یہ کہتے ہوئے اول تو میں نے اس پتلہ کو اپنی انگلیوں سے اس طرح بجایا جیسے آجکل کے زمانہ میں تربوز کا خریدار تربوز خریدتے وقت پکا اور کچا دیکھنے کیلئے انگلیوں کی پشت سے تربوز پر چوٹ مارتا ہے۔

میری اس حرکت سے پتلے میں ایک آواز پیدا ہوئی۔ بہت ہی عجیب و غریب آواز، غالباً یہ آواز خالقِ کائنات کے حضور میں فریاد کے طور پر تھی۔ مگر میں نے اس کی کچھ پروا نہ کی اور اپنی مخصوص طاقتوں کے ذریعہ پتلہ کے اندر داخل ہو گیا۔ تاکہ اس کا اندرونی مطالعہ کر سکوں۔ باطن کی سیر کرتے ہوئے مجھے بے شمار باتیں معلوم ہوئیں مجملہ ان کے اس پتلہ کی صاف باطنی سطحی نور، ہر قسم کی صلاحیت اور قابلیت میرے لئے قابلِ تعجب تھی۔ میں نے اس اپنی طویل عمر میں جو کچھ دیکھا تھا وہ سب اس مٹی کے پتلے میں موجود تھا۔ چنانچہ میں رگ رگ کی سیر کرتا ہوا دل کے قریب پہنچا مگر وہ کچھ اس طرح بند کیا گیا تھا کہ میں نہ اسے کھول سکا اور نہ اس کے اندر کے حالات معلوم ہو سکے۔ خالق نے اسے سربمہر کر دیا تھا۔

میں نے سمجھ لیا کی یقیناً اس پر اسرار ڈبیہ میں کوئی خاص چیز بند کی گئی ہے جسے مجھ سے پوشیدہ رکھنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ چنانچہ میں پتلہ سے باہر آیا اور اپنے ساتھیوں سے تمام ماجرہ بیان کر دیا کہ اس پتلہ کے صدر مقام پر ایک خزانہ پوشیدہ کیا گیا ہے۔ جس میں کوئی ایسا راز ہے جو ہمارے لئے باعثِ نقصان ہوگا۔ میں نے ۔ چند اسے دیکھنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔ اس واسطے ۔ ب کو اپنے بچاؤ کی فکر کرنی چاہئے۔ فرشتوں نے میری ۔ات ن ۔ور ۔سکرا کر خاموش ہو گئے۔

مٹی سے پتلہ میں روح کا پہلا قدم

قالب آدم تقریباً چالیس سال تک زمین پر پڑا رہا اور اس عرصہ میں غم و اندوہ کے بادل اس پر آنسو بہاتے رہے۔ (یہ انسان ضعیف البیان ۔۔ ۔وا کا پتلہ تھا۔ جو دنیا میں آتے ہوئے اپنے بے جان وجود پر بھی آنسو بہانے کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔ ایک یہ ان کا پوتا ہے۔ جو دنیا کی راحتوں کو ڈھونڈتا ہے اور ان سے خوش ہوتا ہے)۔

چالیس سال گزرنے کے بعد یہ پتلہ آسمان پر واپس منگا لیا گیا۔

اور ایک دن مقرر کر کے جمیع ملائکہ ہفت افلاک اور ساکنانِ جنت اور تمام روئے زمین کے فرشتے بلائے گئے۔ مجھے بھی حاضری کا حکم ملا چنانچہ وقتِ مقررہ پر ہم سب زیرِ سایہ عرش جمع ہو گئے۔

مٹی کا پتلہ سامنے لایا گیا۔ اور روحِ آدم کو بارگاہِ خداوندی سے حکم ہوا کہ قالبِ آدمؑ میں داخل ہو جا۔ اوّل تو وہ اس اندھیری کوٹھری کی قید سے کچھ جھجکی۔ لیکن غور کرنے پر اسے قلبِ آدمؑ میں کچھ نظر آ گیا۔ اور وہ لاالٰہ الااللہ محمد الرسول اللہ پڑھتی ہوئی قالبِ آدمؑ میں سما گئی۔

پتلہ نے آنکھیں کھول دیں۔ سب سے پہلے آدمؑ کی نظر جس طرف پڑی وہ کلمہ طیبہ تھا جو بخطِ نور ساق عرش پر تحریر تھا۔

"لاالٰہ الااللہ محمد الرسول اللہ"

آدم نے متحیر انداز میں پوچھا۔ اے پروردگارِ عالم یہ کس خوش نصیب کا نام ہے جو تیرے نامِ پاک کے برابر تحریر ہے۔ ارشاد ہوا۔ اے آدمؑ یہ نام پیغمبر آخرالزماں کا ہے۔ جو تمہاری اولاد میں ہو گا۔ اور جس وقت تم اپنے گناہوں کی پاداش میں ہمارے دربار سے فیصلہ کا انتظار کر رہے ہو گے تو یہی تمہارا فرزند تمہاری سفارش کرے گا۔ اور میں اس کی سفارش پر تمہارے گناہ بخش دوں گا۔

چونکہ قالبِ آدم میں روح کی آمد سے پہلے میں داخل ہو چکا تھا۔ اس واسطے یہ کیسے ممکن تھا کہ میرا اثر زائل ہو جاتا۔ پروردگار کی یہ بات سن کر آدمؑ نے سوچا یہ عجیب بات ہے کہ باپ کی سفارش بیٹا کرے گا۔ تو گویا اس حساب سے باپ کا رتبہ بیٹے سے کم ہو گیا اور باپ بیٹے کا محتاج ہوا۔ یہ خیال فاسد طوالت کی منزل طے کرنا چاہتا ہی تھا کہ عالم الغیب کی طرف سے جبرئیلؑ کو ہدایت ہوئی۔

"آدمؑ کے سینہ سے فوراً یہ خیال فاسد دور کرو۔ ورنہ یہی وسوسہ اس کی تباہی کا سبب بن جائے گا"۔

جبرئیلؑ حکم خداوندی آگے بڑھے اور سینہ آدم کو چیر کر خیال فاسد کا غالب حصہ نکال لیا اور باحتیاط خاص جنت میں ایک علیحدہ مقام پر دفن کر دیا گیا۔ باقی نصف حصہ جو اس خیالِ فاسد کا جو قلبِ آدمؑ میں رہ گیا تھا۔ اس نے نفس امارّہ کی شکل اختیار کر لی۔ اور وہی نفس امارہ آج تک اولادِ آدم کے ساتھ ہے اور جب یہ نفسِ امارّہ آدم زاد کو کسی گناہ کے ارتکاب کی طرف مائل کرتا ہے۔ تو میں اس کی تائید و حمایت کرتا ہوں۔ بس یہ صورت ہے آدمی کے گناہ گار بننے کی۔ اگر وہ خیال فاسد پوری طرح آدم میں رہ جاتا تو آپ اندازہ کیجئے کہ آدم کی طرف سے کیا

کچھ نہ ہوا کرتا۔ مگر وہ انتہائے فساد پروردگار عالم کو منظور نہ تھا۔ اس لئے خیالِ بد کا بڑا حصہ قالبِ آدمؑ سے علیحدہ کر کے جنت میں دفن کرا دیا گیا۔

گیہوں کا درخت

جس جگہ اس خیال فاسد کا وہ حصہ جنت میں دفن کیا گیا تھا۔ وہاں ایک پودا نمودار ہو گیا تھا۔ جس کی شکل آج کل کے گیہوں سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی۔ یہ وہی درخت تھا جس کے متعلق بعد میں آدمؑ کو ہدایت کی گئی تھی۔ کہ یہ پیڑ تمہارا دشمن ہے۔ اور اس کا استعمال تمہاری تباہی کا سبب بن جائے گا۔ اس واسطے اس پیڑ کے قریب بھی نہ جانا۔

پروردگار عالم الغیب ہے وہ جانتا تھا کہ اگر آدمؑ نے یہ پودا یا اس کا پھل کھایا تو وہی خیال فاسد جو اس سے علیحدہ کیا گیا تھا دوبارہ اس کے ذہن اور روح پر سوار ہو جائے گا۔ اور پھر وہی اس کی ندامت اور مصیبتوں کا پیش خیمہ ہو گا۔ اس واسطے محض اتمامِ حجت کے لئے آدمؑ کو ہدایت ہوئی کہ یہ پھل تمہارے لئے ممنوع ہے۔ اگر کھاؤ گے تو گھاٹے میں رہو گے۔

اس جگہ مجھ جیسی طبعیتیں یہ سوال کر سکتی ہیں کہ جب خدا عالم الغیب ہے اور آئندہ کے حالات پر بھی وہ نظر کر سکتا ہے تو یقیناً اسے یہ بھی معلوم ہوگا۔ کہ آدمؑ نافرمانی کرے گا۔ اور مختلف ترکیبوں سے عدول حکمی بھی کرے گا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ سوال کچھ کمزور سا ہے۔ پروردگار نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں اپنی مخلوق کو آزاد رکھتا ہوں۔ اچھا بُرا پہلے ہی سمجھا دیتا ہوں۔ اگر قوم اس پر عمل کرتی ہے اجر پاتی ہے۔ اور اگر سرکشی کرتی ہے تو کیفر کردار کو پہنچتی ہے۔ بہر حال قدرت پر یہ الزام کہ ہونے والے گناہ اس کے علم میں ہوتے ہیں۔ کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ عالم الغیب کے لئے یہ کیا ضروری ہے کہ مخلوق کے افعال کا صرف ایک ہی راستہ کھولے۔ اگر ایسا ہوتا تو قدرت کا یہ کائناتی کھیل ہی ادھورا رہ جاتا۔

یہی اسباب ہیں جن کی بنا پر مخلوق کو آزادی ملی ہے۔ البتہ اگر پہلے سے گناہوں کی سزا کا علم نہ ہو اور کوئی مخلوق گناہ کرے تو ممکن ہے کہ معترض قدرت پر الزام لگانے میں حق جانب سمجھا جائے۔ لیکن جب قدرت نے بھلے برے کی پہچان بتا دی اور دونوں راستوں کا انجام بتایا۔ اس کے بعد کیسے ممکن ہے کہ گناہگار کو اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتنا

نہ پڑے۔ اگر چشم پوشی کھلے بندوں قدرت کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ تو زاہدو اتقا کی کیا قیمت رہ جاتی ہے۔ بہر حال خدا سے سخت مخالفت اور اپنے معتوب ہونے کے باوجود مجھے تسلیم ہے کہ قدرت اس معاملہ میں کسی اعتراض کی حقدار نہیں ہے فاعل اپنے فعل کی اچھائی برائی کا آپ ذمہ دار ہے اور آپ ہی جواب دہ ہوگا۔

اللہ میاں کا پروگرام

دراصل اللہ میاں کا پروگرام آدمؑ کا عالم وجود میں لانے کا اس وقت ہی ظاہر ہو گیا تھا۔ جب ہاموس جنی کے زمانہ میں پروردگار نے ملائکہ کی فوج ہاموس جنی اور اس کی قوم کو نیست و نابود کرنے کے لئے بھیجی تھی۔ بات یہ تھی کہ جب ملائکہ کی فوج باغیوں کا خاتمہ کر چکی اور اطمینان نصیب ہوا تو پروردگار نے فرشتوں سے خطاب فرمایا تھا۔ " انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ " یعنی میں زمین میں ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔

فرشتے چونکہ زمین کے باشندوں کی قتل و غارت گری دیکھ چکے

تھے۔ اور انھیں معلوم تھا کہ زمین کے رہنے والے مفسد ہوتے ہیں۔
اور قتل و خون ریزی کا باعث بنتے ہیں۔ لہذا انھوں نے پروردگار سے
عرض کی۔

"اتجعل فیہا من یفسد ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک"

ترجمہ: کیا پیدا کرے گا تو زمین پر اس قوم کو جو طرح طرح
کے فساد برپا کریں گے۔ اور ان سے خون ریزیاں ہوں گی۔ اور ہم
تیری تسبیح کرتے ہیں۔ حمد کرتے ہیں۔ تقدیس کرتے ہیں۔

گویا فرشتوں کا یہ مطلب تھا کہ اگر تیرا منشا اس کے پیدا کرنے
سے یہ ہے کہ تیری تسبیح و تقدیس کی جائے تو وہ ہم کر ہی رہے ہیں۔ پھر
کیا ضرورت ہے کہ زمین پر فساد اور خون ریزی کرنے والے کو پیدا کیا
جائے۔

فرشتوں کا جواب سن کر اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ "انی اعلم مالا
تعلمون" یعنی اس معاملہ میں جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

خالق کائنات کا یہ جواب فرشتوں نے سنا اور عاجزانہ لہجہ میں کہا:

"سبحانک لا علم لنا الک انت العلیم الحکیم"

پروردگار تیری ذات پاک ہے جو کچھ تو نے ہمیں علم دیا ہے۔

اس سے زائد کچھ نہیں جانتے۔ تو سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا
ہے۔ اتنا کہہ کر سب فرشتے عفو تقصیر کے لئے سجدہ میں گر گئے۔

بارگاہ خداوندی سے ارشاد ہوا۔

اے فرشتو! تم نے اس کے فساد اور خون ریزی پر غور
کر لیا۔ لیکن اس کی نیکیوں پر خیال نہیں گیا۔ اس کے
گناہ کا تصور تو کر لیا۔ لیکن میری مغفرت کو بھول گئے۔
اس کی خون ریزی دیکھنے کے بعد تمہیں اس کی اشک
ریزی بھی تو دیکھنی چاہیئے تھی۔ تم نے اپنی معصومیت پر
غور کیا۔ لیکن اس کی وہ محبت نہ دیکھ سکے جو اسے اپنے
خالق کے ساتھ ہو گی۔ دراصل تم اپنی دوستی میرے
ساتھ دیکھ سکتے ہو۔ لیکن میری دوستی جو اس کے ساتھ
ہو گی وہ تو تمہارے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتی"۔

جب آدم کے قالب میں روح ڈال دی گئی تو جمیع ملائکہ کو حکم دیا
گیا۔ کہ اسے سجدہ کریں۔ کیونکہ یہ ہمارا خلیفہ ہے۔ تو سب سے پہلے
جبرئیل نے سجدہ کیا۔ اس کے بعد میکائیل سجود ہوئے۔ اور ان کے بعد
اسرافیل سجدہ میں گر گرے۔ اسرافیل کے بعد عزرائیل نے اپنے خالق

کے حکم کی تعمیل کی۔ ان چاروں کے بعد تمام ملائکہ سماوات نے آدم کو سجدہ کیا۔ یہ سجدہ ایک سو سال تک قائم رہا۔ پورے سو سال کے بعد فرشتوں نے سجدہ سے سر اٹھایا۔

میں نے چونکہ سجدہ نہیں کیا تھا۔ اس واسطے خاموش کھڑا رہا۔ بھلا غور تو کیجئے۔ کہ آدم کے پتلے کو مٹی سے بنا کر مجھے حکم دیتے ہیں۔ کہ اسے سجدہ کرو۔ کہاں آگ، اور کہاں مٹی! بات تو جب تھی کہ آدم سے کہتے کہ اس پیشوائے اعظم کو سجدہ کر۔ الٹا مجھے ہی ذلیل کر دیا۔ بھلا ایسا کون ہے۔ جو یہ کہہ دے گا۔ کہ مٹی کو آگ پر فوقیت ہے۔ لیکن خدا جانے اس وقت ان کے جی میں کیا آئی کہ مجھے نکو بنا دیا اور ساری دنیا میں بد نام کر دیا۔

مجھ سے پوچھا۔ کیوں ابلیس! (یہ میرا نیا نام رکھا گیا تھا) تو سجدہ کیوں نہیں کرتا۔ میں نے عرض کی۔ اے عزت و عظمت دینے والے! میں آدم کو کیونکر سجدہ کے قابل سمجھوں تو نے مجھے نار سے بنایا ہے اور اسے خاک سے تخلیق کیا ہے۔ یہ کہتے کہتے میں نے دیکھا کہ میرا چہرہ اور تمام جسم تبدیل ہونے لگا۔ پروردگار نے میرا یہ جواب سنتے ہی لباس خاص اور خلعت پیشوائی مجھ سے چھین لیا اور اس کی جگہ پیرہن رسوائی

میرے بدن پر چڑھا دیا گیا۔ تمام نعمتوں اور الطاف ربانی سے مجھے محروم کر دیا گیا۔ قربت اور حضوری خاص بھی میرے ہاتھ سے جاتی رہی۔ وہ حسن صورت جو تمام ملائکہ سے زیادہ مجھے عطا ہوا تھا۔ کافور ہو گیا۔ اور ایسی ہیبت ناک شکل بن گئی کہ خدا کی پناہ! بس میرا ہی جی جانتا ہے۔ (اس کتاب کے شروع میں میری اس زمانہ کی تصویر دیکھ لیجئے)۔

فرشتوں نے میری یہ گت بنتی دیکھی۔ تو دوبار سجدہ شکر و اطاعت ادا کیا۔ یہ جو آج کل مسلمانوں میں دو سجدوں کا رواج ہے۔ یہ اسی دوسرے سجدے کی یادگار میں ہے۔ جو فرشتوں نے دوبارہ ادا کیا تھا۔

دیکھا آپ نے حضرت انسان تو ایک طرف مجھے بُرا بھلا کہتا طرح طرح کی گالیاں دیتا ہے، کوستا ہے اور دوسری طرف میرے شاگرد فرشتوں کے عمل سے سبق لیتا ہے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ جو شخص میرے شاگرد کو اپنا استاد سمجھتا ہو۔ اسے میری ذات سے کیا رشتہ ہو گا اور ذرا اس کے بعد یہ بھی خود ہی دیکھ لیجئے۔ کہ مجھے کیا سمجھنا چاہئے تھا۔ اور کیا سمجھا جاتا ہوں۔ خیر مجھے اس کی کوئی شکایت نہیں۔ جب پروردگار نے ہی مجھے ٹھکرا دیا۔ تو اس کے بندوں سے کیوں شکایت

کردں۔ وہ تو منہ دیکھے کے ہوتے ہیں۔ اگر آج اللہ میاں مجھ سے خوش ہوتے تو یہی انسان میرا بندہ بے دام ہوتا۔

پہلی سزا

اس نافرمانی کے عوض مجھے پروردگار کی طرف سے پہلا تحفہ جو عطا ہوا وہ ایک سو سال کی قید تنہائی بلامشقت تھی اور جس جگہ مجھے قید کیا گیا تھا وہ اتنی تنگ و تاریک تھی کہ میرا جی گھبرا گیا۔ بہر حال جیسے تیسے میں نے یہ سو برس گزار ہی دیئے۔

بعد ختم مدت مجھے اس کال کوٹھری سے باہر نکالا گیا۔ تو میری صورت بری طرح مسخ ہو چکی تھی۔ سب سے پہلے میرے دوست جبرائیل نے اور ان کے تینوں ساتھیوں میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل نے مجھ پر لعنت کا ریزولیوشن پاس کیا اور اس کے بعد کل ملائکہ ہفت افلاک نے میری عزت افزائی کے لئے لعنت بھیجی اور حکم خداوندی عہد کر لیا۔ کہ آئندہ میرے ساتھ کسی قسم کے تعلقات نہ رکھیں گے۔

زمانہ کو پھرتے دیر نہیں لگتی۔ مجھ سے ایک نگاہ بدلی تھی کہ زمانہ

بدل گیا۔ کل تک جو لوگ میرے مطیع اور تابع فرمان تھے۔ آج ایسے پھر گئے کہ گویا وہ مجھے جانتے ہی نہیں۔ مجھ سے کبھی ان کا واسطہ ہی نہیں پڑا۔ اللہ رے طوطا چشمی۔ یہ منہ دیکھے کی محبت بھی عجیب چیز ہے۔ جن بھائی جبرئیل کو میری دوستی اور محبت کا دعویٰ تھا۔ آج وہ سیدھے منہ بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ ارے بھائی اگر خدا کو دکھانے اور اسے خوش کرنے کے لئے تم نے مجھ سے قطع تعلق کیا تھا۔ تو کم از کم چوری چھپے ہی مل لیا کرتے۔ مگر توبہ کیجئے جناب وہ اپنے نام جبرائیل نکلے اور رشتہ توڑنے کے بعد آج تک ان سے دعا سلام کا موقع نہیں ملا۔

بھائی عزرائیل کا بھی یہی حال ہے۔ شروع شروع میں جب میں دنیا میں بادشاہت کرتا تھا۔ تو ان سے بارہا ملاقات ہوئی۔ بیچارے ایسے ملتے تھے جیسے ان سے زیادہ ہی کائنات میں میرا کوئی ہمدرد ہی نہیں۔ بات بات میں "جی حضور" اور عالی جناب کی تکرار ہوتی تھی۔ میرا اتنا ادب اور احترام کرتے تھے۔ کہ کوئی اپنے باپ کا بھی نہ کرتا ہوگا۔ لیکن جب انھوں نے یہ سماں دیکھا تو ان کی رگِ اخلاص میں بھی ناآشنائی کا خون دوڑنے لگا۔ اور ایسے بن گئے گویا وہ مجھ سے واقف ہی نہیں۔ بھائی اسرافیل اور میکائیل بھی بے وفا ثابت ہوئے۔ حالانکہ ایک وقت وہ تھا

کہ یہی میکائیل مجھ پر کافی مہربان تھے۔

راندۂ درگاہ ہونے کے بعد میری چار خواہشیں

جب میں نے دیکھا۔ کہ کسی صورت معافی ممکن نہیں ہے۔ اور اب سابقہ عظمت واپس نہیں مل سکتی تو میں نے بارگاہ خداوندی میں پیغام بھیجا کہ :۔

پروردگار عالم! میں نے تیری عبادت وریاضت میں ہزارہا سال گزارے ہیں۔ تو نے مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عظمت دی تھی اور میں نے تیری ہی تعلیم کے موافق اس کی قدر کی اور تیری عبادتوں میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دیا:

تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم عبادت اور نیکیوں کا اجر ضرور دیں گے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ میری آخرت کا فیصلہ آج ہی سنادے اور اگر میں نے زندگی اچھی طرح گزاری ہے۔ یا تیری بنائی ہوئی شریعت پر تیری پسند کے مطابق کام کیا ہے۔ تو اس کا اجر مجھے دنیا ہی میں دے دے۔

بارگاہ رحمت سے ارشاد ہوا۔ بول کیا چاہتا ہے ؟

پہلی خواہش

میں نے عرض کی۔ میری پہلی خواہش تو یہ ہے کہ مجھے اس وقت تک کے لئے موت سے مہلت دے۔ جب تک کہ تیری آخری دنیا کے افراد قبروں سے اٹھائے جائیں۔

حکم ہوا:۔ فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم (یعنی مجھے بتایا گیا کہ موت سے اس دن تک کے لئے مجھے مہلت دی گئی جس کی میں نے خواہش کی تھی۔

دوسری خواہش

میں نے یہ بتائی کہ دنیا کے ہر فرد کو گمراہ کرنے کی قدرت پاؤں۔ ارشاد ہوا کہ یہ بھی منظور ہے۔ تو ان سب کو گمراہ کر سکے گا۔ جو تیرے فریب میں آنے کی خامی رکھتے ہوں گے۔ اور جن کے لئے میں نے جہنم کو منتظر رہنے کا حکم دیا ہے۔

تیسری خواہش

میری اولاد بہت ہی زیادہ ہو۔ تاکہ میرا مشن کامیاب ہو سکے

اور میں اپنا کام اطمینان سے کرتا ہوں۔ یہ خواہش بھی منظور ہو گئی۔

چوتھی خواہش

یہ تھی کہ جس شکل میں اور جس حلیہ میں چاہوں اپنا وجود تبدیل کر لوں۔ حکم ہوا تو جس شکل میں چاہے اپنی ذات کو تبدیل کر سکے گا۔ لیکن میرے ایک محبوب بندہ کا روپ اختیار نہیں کر سکتا۔ جسے میں آخر زمانہ میں پیدا کرنے والا ہوں۔

دنیا جہاں کی شہنشاہیت دینے کے بعد صرف یہ چار خواہشیں پوری کرالیں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ اگر ان کو سیدھی طرح استعمال کروں تو پہلی زندگی سے بہتر زندگی گزار سکتا ہوں۔ لیکن چونکہ آدمؑ میری تباہی وبربادی اور ذلت ورسوائی کا باعث ہوا تھا۔ اس واسطے انتقام کی آگ میرے سینہ میں بھڑک رہی تھی۔ جس کے باعث میرے دل و دماغ میرے قابو میں نہیں تھے۔ ہر وقت یہ سوچتا رہتا تھا۔ کہ آدمؑ سے کس طرح بدلہ لوں وہ جنت میں ہے اور میں جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر سامنے آجائے۔ تو ذرا سی دیر میں بتادوں کہ میرا نام اب عزازیل نہیں بلکہ ابلیس ہے۔

موقع کی تلاش

میں جانتا تھا کہ آدمؑ پر قابو پانا آسان نہیں۔ اس واسطے موقع کی تلاش میں رہا۔ گو اس عرصہ میں اپنی ذلت انگیز زندگی سے بارہا مجھے خون کے آنسو رونا پڑے۔ لیکن میں نے ہمت نہ ہاری۔ اور بدستور انتقام کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا۔

ایک دن اپنے جی میں ایک پروگرام تیار کر کے اور اپنی شکل فرشتوں کی سی بنا کر جنت کے دروازے پر گیا۔ مگر مجھے کسی نے اندر جانے نہ دیا۔ نہ کسی نے یہ پہچانا کہ میں کون ہوں۔ لیکن اس کے باوجود میری دال نہ گلی۔ حالانکہ میں فرشتے کی شکل میں گیا تھا اور میں نے روکنے والوں سے یہی کہا۔ کہ میں ایک مقرب فرشتہ ہوں۔ آج جنت کی سیر کو جی چاہا تو اس طرف آنکلا۔ لیکن داخلہ کے پاسپورٹ پر جنت کے پاسبان مسٹر رضوان کے دستخط نہ ہو سکے۔ مجبوراً باہر کھڑا رہا۔ اس انتظار میں کہ ممکن ہے۔ کہ جنت میں سے کوئی شخص ایسا باہر نکلے جس پر میرے جادو بھرے الفاظ اثر کر سکیں۔

بعض دنیاوی مورخین نے بتایا کہ مجھے اس انتظار میں کھڑے

کھڑے تین ہزار سال گزر گئے۔ لیکن میں اس کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں اندرونی بے چینیوں کے باعث اتنا ہوش ہی نہیں رکھتا تھا کہ انتظار کی مدت شمار کرتا۔ ہاں یہ ضرور یاد ہے کہ انتظار کا زمانہ بہت ہی طویل اور تکلیف دہ تھا۔ ایک دن میری خوش قسمتی کامیابی کا لبادہ اوڑھے ہوئے طاؤس کی شکل میں جنت سے برآمد ہوئی۔

میں نے مور کو جنت کے دروازے پر کھڑا دیکھا تو اس کے قریب گیا اور کہا:

اے دوست! بہت دن کے بعد تم نظر آئے۔ میں ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اندر جا کر تم سے پوچھوں کہ اب ملنا جلنا کیوں چھوڑ دیا۔ مگر شکر ہے کہ تم آگئے۔ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ کیا میں امید کروں کہ تم اسے پورا کر دو گے۔

مور نے حیرت سے مجھے دیکھا اور پوچھا۔ کہ آپ کون ہیں۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ میں نے فوراً جواب دیا۔ اوہو۔ تم اتنی جلدی بھول گئے۔ تم نے مجھے بارہا دیکھا ہو گا۔ میں اللہ تعالے جل جلالہٗ کا بہت ہی محبوب فرشتہ ہوں دن رات اس کی عبادت میں مصروف رہتا ہوں۔ اس وجہ سے ادھر کم آنا جانا ہوتا ہے۔ آج بیٹھے بیٹھے جنت کی سیر کو

جی چاہا۔ اس لئے ادھر آنکلا۔ یہاں آکر مجھے بہت حیرت ہوئی۔ یہ جنت کے دربان بہت ہی بد اخلاق معلوم ہوتے ہیں۔ مجھ جیسے فرشتے کو بھی جنت میں جانے سے روکتے ہیں۔ مگر دوست! مجھے تمہارے اخلاقِ حسنہ اور مہمان نوازی سے یہ امید نہیں تھی کہ تم بھی ان لوگوں کی طرح مجھ سے غیروں جیسا سلوک کرو گے۔

مور نے یہ سن کر کہا۔ ہاں میں تو ایسا نہیں ہوں۔ کیا حرج ہے اگر تم جنت کی سیر کر لو۔ لیکن یہ لوگ تمہیں شاید اس لئے روکتے ہیں کہ وہ تم سے واقف نہیں ہیں۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم جنت میں جا کر کیا کرو گے جو کچھ تم بارگاہِ صمدیت میں کرتے رہتے ہو۔ وہی یہ لوگ جنت میں کرتے ہیں۔ تم وہاں عبادت کرتے ہو۔ یہ یہاں مصروفِ عبادت ہیں۔

میں نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اس سیر سے میرا منشا یہ بھی ہے کہ جنت کے کل راز اور یہاں کے باشندوں کی عبادت کا حال دیکھ کر اپنا شوقِ عبادت بڑھاؤں اور پہلے سے زیادہ شوق کے ساتھ خالقِ کائنات کی عبادت کر سکوں۔

مور بولا۔ تو پھر میرے لائق جو کام ہو بتاؤ۔ میں کرنے کو تیار

ہوں۔ میں نے کہا۔ تم مجھے اپنے ساتھ اندر لے چلو۔ یہ لوگ جب مجھے
تمہارے ساتھ دیکھیں گے تو کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔ یہ سن
کر طاؤس نے جواب دیا۔ اے اجنبی دوست! مجھ میں تو یہ طاقت نہیں
ہے کہ کسی کو اندر جنت میں پہنچا سکوں۔ البتہ میرا ایک دوست ہے۔
وہ تمہیں یہاں کی سیر کرادے گا۔ میں نے کہا۔ تو پھر اسے ہی بلا دو۔
ممکن ہے کہ وہ مجھے جانتا ہو اور اگر وہ نہ بھی جانتا ہوا۔ تو تم اسے سمجھا
دینا کہ یہ ایک مقرب فرشتہ ہے اور اپنی عبادت بڑھانے کے لئے جنت
کی سیر کرنا چاہتا ہے۔ وہ تمہارا کہنا ضرور مان لے گا۔

مور یہ سن کر جنت میں گیا۔ اور تھوڑی ہی دیر میں اپنے دوست
کو ساتھ لے آیا۔ اس کے دوست کا نام حیہ تھا۔ جسے آجکل اُردو زبان میں
سانپ اور انگریزی میں Snake اور ہندی زبان میں ناگ دیوتا کہتے
ہیں۔ اس نے آتے ہی طرح طرح کے سوال شروع کر دیئے اور کچھ
میرے لئے ہمدرد طاؤس نے۔ آخر کار حیہ نے کہا۔ کہ میرے منہ میں
بیٹھ جاؤ۔ تاکہ جنت کی سیر کرادوں۔ میں نہایت اطمینان کے ساتھ اس
کے حسین منہ میں ایسے بیٹھ گیا جیسے اب سے پچاس برس پہلے ہمارے
ملک کے رئیس ارتھ میں سوار ہوا کرتے تھے۔

حیہ نہایت حسین تھا اور اس کے اس زمانہ میں چار پیر تھے جسم
سے نور برستا تھا۔ اور دور دور تک اس کی شعاعیں جاتی تھیں۔ اپنے منہ
میں رکھ کر مجھے لے چلا۔ راستہ میں ہمارے پرانے دوست مسٹر رضوان
کو کچھ شبہ ہو گیا اور انھوں نے اسے روکنا چاہا۔ تو فوراً ہی بارگاہِ عالم
الغیب سے حکم صادر ہوا۔

اے رضوان! حیہ کو اندر جانے دو۔ اس کا روکنا مناسب
نہیں۔

کیونکہ یہ ایک راز ہے اور ہم اسے خوب سمجھتے ہیں۔

رضوان خاں اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور یار لوگ دندناتے
ہوئے خلدِ بریں میں جا پہنچے۔ جی تو چاہا۔ اس حرکت پر حیہ کے منہ سے
نکل کر رضوان کا منہ چڑھادوں اور کہوں۔ روک نہ لیا۔ بڑے ٹھیکیدار
جنت کے۔ دیکھ جانے والے یوں جاتے ہیں۔

مگر میں نے سوچا کہ اگر اس وقت میں رضوان کا منہ چڑایا تو
واپسی پر بڑی خبر لے گا۔ اور مجھے انتقام کی پیاس بجھا کر اسی کے سامنے
سے واپس جانا ہے۔ چنانچہ اس دور اندیشی کے تحت میں خاموش بیٹھا
رہا۔ حیہ نے جنت میں لے جا کر مجھے اُگل دیا۔ اور کہا۔ لو اب تم سیر کر

سکتے ہو۔ مگر یاد رکھنا۔ آداب جنت کے خلاف کوئی کام نہ کر بیٹھنا۔ میں نے کہا۔ جیئے دوست! تم اگر مجھ سے واقف ہوتے تو شاید تمھیں یہ کہنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ میں یہاں کے آداب سے خوبی واقف ہوں۔ اور انشاء اللہ تمھیں کسی قسم کی شکایت نہ ہونے دوں گا۔ بلکہ یہاں سے جانے کے بعد تم دیکھو گے کہ پروردگار تمھیں بھی وہی عظمت وشان عطا کردے گا۔ جو آج مجھے میسر ہے۔

بی بی حواؑ سے ملاقات

جنت کے چپے چپے سے واقف تھا اور یہ بھی سن چکا تھا کہ آدمؑ کی دلبستگی کے لئے خالقِ کائنات نے ایک عورت کو بھی تخلیق کیا ہے۔ اور اسے آدمؑ کے ساتھ ہی رکھا گیا ہے۔ چنانچہ میں سیدھا حواؑ کے پاس پہنچا اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر زار زار رونے لگا۔ اوّل تو وہ حیرت سے مجھے دیکھتی رہیں اور اس کے بعد پوچھا۔ اے شخص تو کون ہے اور کیوں روتا ہے۔ یہ سن کر میں چیخیں مار مار کر رونے لگا۔ اکثر ساکنانِ فردوس میرے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ حواؑ کو اور بھی کچھ وحشت

ہوئی۔ میرے قریب آکر بولیں۔ اے اجنبی کچھ بتا تو کہ تیرے رونے کا باعث کیا ہے۔ میں نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ اے موردِ الطافِ ربانی۔ کیا کہوں کہ مجھے اس وقت کیوں رونا آگیا۔ میں پروردگار کا ایک مقرب فرشتہ ہوں۔ اور مجھے تمام گزشتہ اور آئندہ حالات کی خبر رہتی ہے۔ آج اتفاق سے جنت کی سیر کو چلا آیا۔ یہاں سیر کرتا پھر رہا تھا۔ کہ یکایک تم پر نظر پڑی اور میری آنکھوں کے سامنے وہی ہولناک سماں بندھ گیا۔ جو تم پر اور تمہارے شوہر آدمؑ پر گزرنے والا ہے۔ اے حواؑ! یہ خیال آتے ہی میرا رواں رواں تھرّا اٹھا اور میں ضبط نہ کر سکا۔ تم کیا جانو حواؑ کہ تم پر کیا وقت آنے والا ہے۔ کاش مجھے اس کی اجازت ہوتی اور میں تمھیں بتا سکتا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے مقدر میں کیا کیا لکھا ہے۔ حواؑ! اگر تمھیں کسی طرح یہ علم ہو جائے۔ کہ تمہارا مستقبل کتنا تاریک ہے۔ تو کوئی کیا جان سکتا ہے۔ کہ تمہارا کیا حشر ہو۔ محض خبر سن کر تمہارا کلیجہ شق ہو جائے۔

اے حواؑ یہ زیادہ بہتر تھا۔ کہ تم پیدا ہی نہ ہوتیں۔ تمہارے مقدر میں وہ ہولناک سزا درج کی گئی ہے۔ جو خالقِ عالم نے آج تک کسی مخلوق کے لئے تجویز نہیں کی۔

حوا یہ سن کر گھبرا گئیں اور انھوں نے کہا۔ اے اجنبی تو ہمارا اچھا ہمدرد ہے۔ اور جب تو ہمارے مستقبل کی بات جانتا ہے۔ تو کم از کم ان تدابیر سے ضرور واقف ہو گا۔ کہ ہم کیوں کر اس عذاب سے نجات پا سکتے ہیں۔ کوئی ایسی ترکیب بتا۔ کہ ہمارا خالق اپنا یہ ارادہ بدل دے۔ کیا ایسی کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ کہ ہم اس عذاب سے محفوظ رہ سکیں۔

"ہاں ہو سکتی ہے" میں نے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا۔ مگر ایک شرط پر، حوا نے نہایت اشتیاق کے لہجے میں کہا۔ وہ کیا۔ میں نے حاضرین پر ایک نگاہِ غلط انداز ڈالتے ہوئے کہا۔ اے حوا! تم اب عبادت کو بڑھاؤ اور دن رات نہایت خلوص سے پروردگار کے حضور میں دعائے مغفرت مانگو۔ میں بھی واپسی پر تمہاری سفارش کروں گا۔ عجب نہیں کہ غفور الرحیم تمہاری دعا اور میری سفارش پر نظرِ کرم فرما دے اور تم عذاب سے بری کر دی جاؤ۔ حوا نے کہا۔ اے ہمدرد اگر میری عبادت اور ریاضت پر پروردگار عالم کے حضور میں کوئی سفارش مغفرت کر سکتی ہے تو میں آج ہی سے اپنے وقت کا ایک ایک لمحہ اس کی حمد و ثنا میں بسر کروں گی۔

میں نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔ اے حوا! بڑی مشکل یہ ہے کہ تم عبادت کے طریقوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک دو باتیں حمد و ثنا کے متعلق سمجھا دوں تاکہ ان پر عمل کر کے پروردگار کو خوش کر سکو۔ یہ کہتا ہوا میں بی بی حوا کو ایک علیحدہ جگہ لے گیا۔ جہاں ہم دونوں کی باتیں سننے والا کوئی نہ تھا۔ یہاں پہنچ کر میں نے کہا۔ کہ اب تک میں جو کچھ کہہ رہا تھا۔ وہ اس واسطے کہ ہمارے تمہارے چاروں طرف ساکنانِ فردوس جمع تھے۔ اس واسطے مجھے صرف عبادت ہی کا ذکر کرنا پڑا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے عذاب سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔

بی بی حوا بولی! وہ کیا اے اجنبی! مجھے جلدی بتاؤ۔

میں نے کہا۔ اگر تم اخفائے راز کا وعدہ کرو اور کسی کو یہ نہ بتاؤ کہ وہ ترکیب میں نے تمہیں سمجھائی تھی۔ تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ حوا نے کہا۔ تم اطمینان رکھو کہ یہ راز کسی پر ظاہر نہ ہو۔ یہ جواب سن کر میں نے کہا۔ تم جانتی ہو کہ جنت میں کوئی ایسا درخت بھی ہے۔ جس کے قریب جانے کی تم کو اور آدمؑ کو ممانعت کی گئی ہے۔

"ہاں ہے" حوا نے کہا ایک ایسا درخت ہے۔ جس کے لئے

پروردگار کی طرف سے حکم امتناعی صادر ہو چکا ہے۔ لا تقربا ہذا الشجرۃ۔

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ جانتی ہو۔ کیوں ممانعت ہے؟

نہیں یہ تو میں نہیں جانتی۔

یہی تمہاری بھول ہے۔ حوا۔ تمہارے شوہر آدم کو یہ سوال کرنا چاہئے تھا۔ کہ اس پیڑ میں آخر ایسا کیا راز ہے۔ کہ جنت کا کونہ کونہ تو مباح قرار دیا جائے اور ایک حقیر پیڑ کے لئے ایسی سخت پابندیاں لگا دی جائیں کہ ہاتھ لگانا اور کھانا تو کجا اس کے قریب ہو کر گزرنا بھی ممنوع ہو جائے۔

ہاں ہے تو تعجب کی بات، اے ہمدرد۔ مگر ہم نے آج تک اس بات پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

میں نے وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ جانتی ہو کہ اس پیڑ کے قریب نہ جانے دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

نہیں میں نہیں جانتی۔

ہاں جان بھی کیسے سکتی ہو۔ حوا۔ یہی تو تمہارا مستقبل پکار رہا ہے کہ تم اس پیڑ کو نہیں جان سکتیں۔

حوا نے حیران لہجے میں پوچھا۔ کیا یہی پیڑ ہماری تباہی کا باعث ہے۔

میں نے کہا: ہاں اس پیڑ میں دونوں باتیں ہیں۔ برباد بھی کر سکتا ہے اور آباد بھی کر سکتا ہے۔

وہ کیسے؟

وہ کیسے۔ یہ پوچھتی ہو۔ مگر ہاں میں ضرور بتاؤنگا۔ حوا۔ تم بہت بھولی مخلوق ہو تمہیں بتانا ہی پڑے گا۔ تمہیں تباہی اور بربادی سے بچانا ہم سب کا فرض ہونا چاہئے۔ یہ اہلیان فردوس کتنے خود غرض ہیں۔ حوا۔ تم نے دیکھا۔ کہ یہ لوگ تمہیں کتنا بے خبر رکھنا چاہتے ہیں۔ آج تک تمہیں اس پیڑ کا حال نہیں بتایا۔

حوا نے کہا۔ کیا یہ لوگ بھی اس پیڑ کے بارے میں جانتے ہیں۔

ہاں جانتے کیوں نہیں۔ حوا یہ سب کچھ جانتے ہیں۔ لیکن تم ان کو نہیں جانتیں۔ یہ تمہاری بربادی کے منتظر ہیں۔ خلد میں تمہارا قیام یہ گوارا نہیں کرتے۔ انھوں نے بارہا تمہاری شکایتیں پروردگار کے پاس بھیجی ہیں۔ مگر حوا تم جانتی ہو۔ کہ جب مجھ جیسا فرشتہ بارگاہِ خداوندی

میں موجود ہو تو ان کی شکایتیں کیسے باا ثر اور نتیجہ خیز ہو سکتی ہیں۔ میں نے بالا بالا ہی ان معاملات کو رفع دفع کر دیا ہے۔ ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ تم ایسے اطمینان کے ساتھ جنت میں رہ سکتیں۔

تو کیا یہ سب لوگ ہمارے دشمن ہیں؟

میں نے تجربہ کار انداز سے گردن کو ہلاتے ہوئے کہا۔

دشمن! یہ تو ایسے خوفناک دشمن ہیں کہ خدا محفوظ رکھے۔ ان کا کاٹا ہوا تو پانی نہیں مانگتا۔ ایسا مل کر مارتے ہیں۔ کہ بس بلبلاتے ہی بن پڑتی ہے۔

پھر تو مجھے کوئی ترکیب بتاؤ۔ میں تمہارا احسان ہمیشہ یاد رکھوں گی۔

ترکیب' میں نے یہ لفظ دہراتے ہوئے کہا۔ کہ ترکیب تو ایسی بتا سکتا ہوں۔ کہ تم ہمیشہ کے لئے عذاب سے محفوظ ہو جاؤ لور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھو گی۔ اور مجھے دعائے خیر سے یاد کیا کرو گی۔ مگر حوا۔ سچ بات یہ ہے۔ کہ مجھے راز فاش ہونے کا ڈر ہے۔ اگر کہیں کسی کو خبر ہو گئی کہ میں نے تمہیں عذاب سے بچنے کا ذریعہ بتا دیا ہے۔ تو تمہارا کچھ نہ بگڑے گا۔ تم عذاب سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاؤ گی۔ البتہ میرا کہیں ٹھکانہ نہ رہے گا۔

یہ سن کر حوا نے مجھے کامل اطمینان دلایا اور کہا۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس بات کی خبر کسی کو نہ ہو گی۔

تب میں نے آہستہ سے ان کے کان میں کہا کہ۔ یہ درخت تمہارے عذاب و ثواب ہی کے لئے بنایا گیا ہے۔ اگر کسی وقت خدا کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ تم پر سے عذاب ہٹادے یا معاف کر دے۔ تو وہ تمہیں حکم دے گا۔ کہ اس پیڑ کے دو چار پھل کھالو۔ بس ان پھلوں کا کھانا تمہارے لئے امرت بن جائے گا۔ اور سارا عذاب ملتوی کر دیا جائے گا۔ یہی سبب ہے کہ پروردگار نے تمام ضروریات پر غور کرتے ہوئے یہ درخت بھی پیدا کیا ہے۔ تاکہ اگر ضرورت پڑے تو وقت پر کام آسکے۔

غیر ضروری نوٹ: ناظرین یہاں یہ بھی نوٹ کر لیں کہ موجودہ زمانہ میں دستاویزات کے اختتام پر ایک فقرہ لکھا جاتا ہے کہ یہ "دستاویز لکھ دی تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آوے" یہ اسی تقلید کا نتیجہ ہے دراصل موجودہ صدی کے لوگ دستاویز میں جب یہ فقرہ لکھتے یا لکھواتے ہیں تو انہیں وہی حال یاد آجاتا ہوگا

کہ پروردگار نے بھی ایک درخت لگایا تھا۔ تاکہ موجود رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

تو حوا! میرے کہنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس درخت کے پھل کھانے نہ کھانے پر تم دونوں کے **مستقبل** کا انحصار ہے۔ اور پروردگار نے چونکہ تمہارے لئے ایک **فیصلہ** کر رکھا ہے۔ اسی واسطے اس درخت کے قریب جانے کی ممانعت کر دی ہے۔ اگر تم نے یہ پھل کھالیا۔ تو پھر وہ فیصلہ جو تمہارے لئے ہو چکا ہے۔ قابلِ عمل نہ سمجھا جائے گا۔ اور تم عذاب سے بری ہو جاؤ گی۔

حوا نے کہا: کیوں ہمارے اجنبی ہمدرد۔ اگر وہ پھل ہم دونوں کھالیں تو پھر عذاب سے محفوظ ہو جائیں گے نا؟

میں نے جواب دیا۔ ہاں۔ پھر تم دونوں پر عذاب نہیں آئے گا۔ لیکن دیکھو پھر سمجھائے دیتا ہوں۔ کہ آج اور آج کے بعد اس سلسلہ میں کبھی میرا نام نہ آنے پائے۔

یہاں قبل اس کے کہ میں **بعد** کے حالات لکھوں۔ ناظرین کو ایک خاص بات یاد دلا دوں کہ وہ گیہوں کا معاملہ جو جنت میں ہوا۔ اور جس کے باعث آج موجودہ دنیا نظر آ رہی ہے۔ زیادہ تر عورت کے ذمہ

ہی رہا۔ یعنی سننے والے زیادہ یہی کہتے ہیں۔ کہ آدمؑ عورت کے باعث جنت سے نکالے گئے۔ نہ عورت انھیں ورغلاتی نہ وہ پھل کھاتے اور نہ جنت سے نکلتے۔ میں ممنون ہوں۔ لسان حوا کا جنھوں نے زندگی بھر اپنا وعدہ یاد رکھا۔ اور سوائے اپنے شوہر کے کبھی کسی سے نہیں کہا۔ کہ نیاز مند نے انھیں پھل کھانے کا مشورہ دیا تھا۔ حالانکہ پھل کھانے کے بعد بیچاری طرح طرح کی تکالیف۔ میں پھنس گئیں۔ اور ہزاروں مصیبتیں سہیں اور ان کی اولاد آج تک وہ خمیازہ بھگت رہی ہے۔ مگر واہ رے وعدہ وفائی کہ اس بیچاری نے مرتے دم تک میرا نام نہیں لیا۔ ہمیشہ اپنی غلطی پر نادم ہوتی رہیں۔

اگر آج حوا زندہ ہوتیں تو میں ان کے قدموں میں سر رکھ دیتا اور کہتا کہ گو میں تمہارے خاوند کی بدولت راندۂ درگاہ ہوا ہوں۔ لیکن تم نے میرے ساتھ وہ سلوک کیا ہے۔ کہ قیامت تک میری گردن تمہارے احسان سے نہیں اٹھ سکتی۔

آج حوا زندہ نہیں ہیں۔ لیکن ان کا احسان زندہ ہے اور میں اس کے عوض یہ عہد کر چکا ہوں کہ ان کی بیٹیوں پر زیادہ اثر انداز نہ ہوں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ دنیا والے عورت کو مرد کے مقابلہ میں زیادہ مذہب

پرست بناتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب میں پوری قوت عورت ذات پر صرف نہیں کرتا۔ تو وہ مرد کے مقابلہ میں اپنے آپ ہی مذہب پرست نظر آئے گی۔

ہاں! تو میں عرض کر رہا تھا۔ کہ حواؑ کو پھل کھانے کا نیک مشورہ دے کر اور اخفائے راز کا مسئلہ طے کر کے میں جنت سے واپس چلا آیا۔ اور اس کے بعد کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ آج تک وہاں جانا نہیں ہو سکا۔ لیکن بعض معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ میرا جنت کا آخری سفر کامیاب رہا۔

عورت کی پہلی غلطی

مجھے جنت سے واپسی کے بعد جو تفصیلات ملیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حواؑ نے میرے مشورہ کو اپنی آئندہ بہبودی پر محمول کرتے ہوئے فیصلہ کر لیا کہ وہ خود بھی پھل کھائیں گی اور اپنے خاوند کو بھی مجبور کریں گی۔ تاکہ عذاب سے نجات مل سکے۔ چنانچہ وہ اس درخت سے سات خوشے گندم کے توڑ کر لائیں۔ جن میں سے ایک تو خود کھا لیا اور خدا

جانے کس نیت سے ایک خوشہ اپنے پاس محفوظ رکھ کر باقی پانچ خوشے آدمؑ کو دیئے اور ان سے بھی درخواست کی کہ وہ بھی یہ پھل کھا کر عذاب الٰہی سے پناہ میں آجائیں۔

آدمؑ یہ دیکھ کر سخت متعجب ہوئے اور پوچھا۔ حواؑ یہ تم نے کیا غضب کیا تم کو اپنے پروردگار کا وہ حکم یاد نہیں کہ یہ پھل ہم دونوں کی تباہی کا باعث ہے۔ اس کے قریب بھی نہ جانا۔

حواؑ نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا۔ آپ گھبرائیے نہیں میں اس حکم کی تہہ تک پہنچ گئی ہوں۔ در حقیقت یہی درخت ہماری تباہی اور بربادی کے لئے تھا اور اسی واسطے ہم اس کے پھل کھا رہے ہیں۔

آدمؑ نے حیرت سے پوچھا تو کیا تم خود اپنے ہاتھوں تباہ ہونا اور پروردگار کی بارگاہ سے موردِ عتاب ہونا پسند کرتی ہو۔

حواؑ نے جواب دیا: ”آپ کیا جانیں۔ اس راز کو۔ یہ درخت ممنوع کیوں ہے؟۔ واقعہ یہ ہے کہ اس درخت کو ممنوع قرار دینے میں خالقِ کائنات کی بہت بڑی حکمتِ عملی ہے“۔

”وہ کیا“۔ آدمؑ نے دریافت کیا۔

کیا کہا۔ میں تباہ ہونے کا بیڑا اٹھا رہا ہوں

ہاں آپ اٹھا رہے ہیں۔

یہ کیسے۔؟

یہ کیسے۔ یہ ایسے کہ آپ اپنے عیش و آرام کے ذریعے پر تالا لگا رہے ہیں۔ اپنی بھلائی کے راستے میں ناعاقبت اندیشی کے کانٹے بچھا رہے ہیں۔ اپنے حسین مستقبل کے چہرہ پر ہٹ دھرمی کی سیاہی مل رہے ہیں۔ تاکہ آپ عذاب الٰہی کے حق دار بنیں۔ اور اپنی بھلائی کے ذرائع آسناو صد قنا کے تاریک کنوئیں میں پھینک دیں کیا آپ کو.......

آدم نے بات کاٹ کر کہا حوا تمہاری یہ عجیب و غریب باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ کیا تمہارا یہ منشا ہے کہ میں اپنے پروردگار کے احکام سے سرکشی کروں۔ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ محض ایک پھل کا ذائقہ حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام نعمتوں کو ٹھکرا دوں۔ اور پھر کچھ خبر نہیں کہ وہ پھل ذائقہ میں کڑوا ہے یا میٹھا ہے۔ خدا جانے اس میں کیا راز ہے۔ جس کو میں اور تم دونوں نہیں جانتے۔

آپ نہ جانتے ہوں۔ لیکن میں جانتی ہوں۔ کہ اس کا ذائقہ شہد سے زیادہ میٹھا اور جنت کی ہر نعمت سے زیادہ سرور انگیز ہے۔ یہ دیکھو

بس اس کو راز ہی رہنے دیجئے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ جس راز سے میں واقف ہو چکی ہوں وہ آپ پر بھی روشن ہو جائے۔ ہاں۔ ہم دونوں کو اس کے نتیجہ پر ضرور غور کرنا چاہیئے اور وہ بہت ہولناک ہے۔

ارے اگر ہولناک ہے تو پھر کھاتی کیوں ہو؟

ہمیں کھانا ہی پڑے گا۔ اے آدم بغیر اس کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ تو کیا ہم یہ پھل کھا کر تباہ نہ ہو جائیں گے؟

نہیں آپ نہیں جانتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اور اس کا انجام کتنا اچھا ہے۔ آپ میرے کہنے پر عمل کیجئے اور یہ پھل کھا لیجئے۔

آدم نے برہم ہو کر کہا۔ ہرگز نہیں۔ حوا اگر تم اپنے پروردگار سے سرکشی کرنے والی ہو تو کرو۔ میں اپنے میثاق سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ میں نے اپنے پروردگار سے جو وعدہ کیا ہے وہ اٹل ہے۔ اور کوئی طاقت اسے نہیں بدل سکتی۔ جنت کی ہر نعمت میرے لئے آزاد ہے۔ کیا حرج ہے۔ اگر میں ایک پھل کو ہمیشہ کے لئے اپنے واسطے حرام کر لوں۔

"یہی آپ کی بھول ہے" بھویں سکیڑتے ہوئے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ آپ خود تباہ ہونے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔

آدمؑ اس کی رنگت کتنی دلفریب ہے۔ مسکہ سے زیادہ نرم اور دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ لو اسے کھالو تاکہ ہم عذابِ الٰہی سے محفوظ ہو جائیں۔

کیا کہا حواؑ تم نے۔ عذابِ الٰہی سے محفوظ ہو جائیں۔

ہاں عذابِ الٰہی سے محفوظ ہونے کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے۔

یعنی یہ کہ پروردگار سے سرکشی عذاب سے بچانے کا ذریعہ ؟

سرکشی نہیں بلکہ حفاظتِ خود اختیاری کے لئے سمجھداری۔

ایسی سمجھداری تمہیں ہی مبارک رہے۔۔ حوا میں کسی حالات میں اپنے خالق سے غداری کے لئے تیار نہیں۔ کہ محض اسی غداری کے باعث عزازیل جیسا باعظمت شخص موردِ عتاب ہوا۔ اس نے بھی تو ایک ہی نافرمانی کی تھی۔ جس کے باعث آج تک موردِ عذاب ہے۔ اور تمام کائنات کی بھلائیاں اور عیش وآرام اس پر حرام ہو گیا ہے۔ تو کیا تم یہ چاہتی ہو۔ کہ میں بھی نافرمانی کر کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤں۔

حواؑ نے کہا۔ وہ مغرور تھا۔ اس نے پروردگار کے سامنے غرور کا مظاہرہ کیا اس نے کہنا نہیں مانا اور عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوا۔ اور آپ یہ کام اپنی بھلائی کیلئے کریں گے۔ اپنا مستقبل درست کرنے کیلئے کریں گے۔ اس واسطے ہم پر کوئی مصیبت نازل نہیں ہو گی۔ بلکہ آئندہ کا ایک

خطرہ جاتا رہے گا۔

وہ خطرہ کیا۔ آدمؑ نے حیرت سے پوچھا۔

خطرہ یہ کہ اگر ہم نے یہ پھل نہ کھایا تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

آدمؑ مسکرائے۔ کیا کہہ رہی ہو حواؑ۔ یہ الٹی بات۔ پروردگار نے تو یہ بتایا ہے کہ اگر یہ پھل کھائیں گے تو تباہ ہو جائیں گے۔ تم یہ کہتی ہو۔ کہ اگر یہ نہ کھائیں گے۔ تو تباہ ہو جائیں گے۔

حواؑ آخر مجبور ہو گئیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ آدم کسی طرح راضی نہیں ہوتے تو انہوں نے اجنبی کی ملاقات اور اس کی مفصل گفتگو بیان کر دی اور آخر میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ وہ ٹھیک کہتا ہے۔ ورنہ اس کی کیا ضرورت تھی کہ جنت کے تمام میوے اور تمام نعمتیں تو ہمارے لئے مباح قرار دی جائیں۔ لیکن ایک حقیر درخت کیلئے ایسی زبردست شرط لگا دی جائے۔ یقیناً یہی شرط ہمارے لئے نقصان دہ ہے اور ہمیں چاہیئے کہ یہ پھل ضرور کھائیں۔

غیر ضروری نوٹ: واضح رہے کہ آجکل عام خیال یہ ہے کہ اگر کسی معاملہ میں کسی شخص کو بزرگوں سے

رائے لینے کی ضرورت پڑے اور اتفاق سے کوئی بزرگ اس وقت نہ ملے تو اسے چاہیئے کہ اپنی بیوی سے مشورہ لے اور بیوی جو مشورہ دے اس کا الٹ کرے۔ کامیابی ہوگی۔ یہ الٹے مشورے پر عمل کرنا اس بات کی یادگار ہے جو حواؑ نے آدمؑ کو رائے دی تھی۔ اگر آدمؑ بیوی کے مشورہ کے خلاف عمل کرتے اور پھل نہ کھاتے تو یقیناً کامیابی تھی۔ مگر انھوں نے عورت کے مشورہ کے مطابق سیدھا سادہ عمل کر لیا اور آخر کار انھیں نقصان پہنچ گیا۔

بہر حال آدمؑ نے مجبور ہو کر ڈرتے ڈرتے وہ خوشہ حواؑ کے ہاتھ سے لے لیا اور اللہ کا نام لے کر کھا گئے۔ یہ عورت کی پہلی غلطی تھی۔ جس پر مرد نے عمل کیا۔ ابھی وہ گیہوں معدہ تک بھی نہ پہنچا ہوگا۔ کہ کل حلۂ ہائے بہشتی آدمؑ اور حواؑ کے جسم سے گر پڑے اور تاجِ تقرب ان کے سروں سے ایسے اڑ گیا جیسے کوئی پرندہ ہوا میں اڑ جائے۔

حلۂ ہائے بہشتی کی نشانی اب بھی جسم انسانی میں ناخن کی شکل میں موجود ہے۔ حلۂ ہائے بہشتی تمام دکمال ایسے تھے جیسے

انسان کی انگلیوں پر ناخن ہیں۔ اور یہ محض یادگار کے نام پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ اور یہ واقعہ بھی ہے۔ کہ انسان انتہائی مسرور حالت میں قہقہے لگا کر ہنس رہا ہو اور اتفاق سے اپنے ناخن دیکھ لے تو اس کے دل پر ایک اداسی چھا جاتی ہے۔ اور وہ ایک لمحہ کے لئے بھول جاتا ہے۔ کہ کس بات پر اسے ہنسی آرہی تھی۔ اگر کسی شخص کو میرے اس دعوے پر شبہ ہو تو جب چاہے تصدیق کر سکتا ہے۔ یعنی ہنسی کے وقت اگر ناخن دیکھ لے تو ہنستے ہنستے بھی کچھ اداسی سی محسوس کرنے لگتا ہے۔

خیر تو یہ جملہ معترضہ تھا اسے چھوڑیئے اور یہ سنیئے کہ جب آدمؑ اور حواؑ کے جسم سے بہشتی لباس اتر گیا اور وہ برہنہ ہو گئے تو انھیں بڑی شرم محسوس ہوئی۔ قریب ہی انجیر اور عود کے درخت تھے۔ انھوں نے آگے بڑھ کر اپنے پتے آدمؑ اور حواؑ کو دیدیئے۔ تاکہ ستر پوشی ہو سکے۔

یہاں یہ بھی عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آدمؑ اور حواؑ کے جسم سے بہشتی لباس اترنے کے بعد بھی ساکنانِ جنت انھیں برہنہ نہ دیکھ سکے تھے۔ کیونکہ پروردگار نے باوجود عتاب کے اپنے خلیفہ کے ساتھ ستر پوشی کی رعایت رکھی تھی اور اہالیانِ جنت سے قوت

باصرہ کا صرف وہ حصہ چند سیکنڈ کے لئے الگ کر لیا تھا۔ جس کی مدد سے وہ ان دونوں کو کامل برہنہ دیکھ سکتے۔ البتہ جسم کا عام حصہ لوگوں کو ننگا نظر آرہا تھا۔ اور درخت انجیر و عود نے محض اسی باعث اپنے پتے پیش کئے تھے۔ البتہ آدم حوا کو برہنہ دیکھ سکتے تھے اور حوا آدمؑ کو۔ اس واسطے ان پتوں نے بہت کام دیا۔ اور فوراً ہی ایک دوسرے نے اپنی اپنی ستر پوشی کر لی۔

اسی یادگار میں آج آدمؑ کی اولاد برہنگی کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ اور ایک دوسرے کو ننگا دیکھ لینا سخت گناہ کی بات جانتی ہے۔ لیکن آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ میں نے یہ فرسودہ خیال لوگوں کے دلوں سے نکالنا شروع کر دیا ہے۔ اور اگر آپ لوگ تھوڑی بہت معلومات رکھتے ہیں۔ تو آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ میری یہ تحریک برہنگی کتنی زوروں پر ہے۔ جس چیز کو میرے ازلی دشمن آدمؑ نے اپنے واسطے باعثِ شرم قرار دے کر انجیر کے پتے استعمال کئے تھے وہ آج میں اس کی اولاد کے لئے باعثِ فخر قرار دے رہا ہوں۔ کتنی دلچسپ کامیابی ہے۔ کہ آدمؑ نے اپنی برہنگی دور کرنے کیلئے دوسروں کی مدد سے لباس حاصل کیا اور آج اسی آدمؑ کی اولاد اپنی برہنگی تیار کرنے کے لئے خود اپنا لباس جسم سے اتار کر پھینک

رہی ہے۔ یہ دیکھ دیکھ کر میں ہوا میں قہقہوں کی آوازیں بلند کر رہا ہوں۔ اور یہ آوازیں قدامت پسند لوگوں کی آنکھوں سے ٹکراتی ہیں اور آنسو بن کر گرنے لگتی ہیں اور دنیا کا نا سمجھ انسان ان آنسوؤں کو قدیم تہذیب کے شکستہ مزار پر پھولوں کی طرح چڑھا رہا ہے۔ مگر نہیں سمجھتا کہ اس مزار کا ذرّہ ذرّہ سر تا پا پیاس بن گیا ہے۔ اور ان آنسوؤں کو اپنے پیاسے وجود میں پیوست کر کے دنیا کی نظروں سے ہمیشہ کے لئے اوجھل کر دیتا ہے۔

احکم الحاکمین کی عدالت میں

مجھے جو کرنا تھا کر چکا۔ میرے جذبہ انتقام پر کامیابی کا پانی پڑ چکا تھا۔ اب صرف مجھے یہ دیکھنا باقی تھا کہ جس عدالت نے محض ایک معمولی نافرمانی کے سبب مجھ جیسے جلیل القدر بادشاہ کے ساتھ یہ انصاف کیا ہے کہ ہمیشہ کے واسطے میری گردن میں لعنت کا طوق ڈال دیا وہ اپنے اس خلیفہ کی نافرمانی پر کیا سزا دے گا جسے ا نے اپنے ہاتھ سے بڑے شوق میں تخلیق کیا ہے۔ اور جس کی ذات سے اسے طرح

طرح کی امیدیں وابستہ تھیں۔ آج دیکھنا ہے اس کے انصاف کا حال۔ میرا خیال تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے مٹی کے کھلونے کو توڑے گا۔ لیکن مجھے خبر ملی کہ بارگاہِ حقیقی سے آدمؑ اور حواؑ کے نام پروانہ طلبی صادر ہوا ہے۔ حیہ اور طاؤس بھی بلائے گئے ہیں۔ انجیر اور عود کو بھی حاضری کا حکم ملا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی میں بھی چپکے سے اپنی انتہائی پرواز تک پہنچ گیا تا کہ انصاف کا تماشہ دیکھ سکوں۔

مجرموں کی حاضری

سب سے پہلے میں نے دیکھا کہ جناب آدمؑ بصد رنج و یاس جنت الفردوس سے برآمد ہوئے۔ ان کے چہرے پر کھیلتے ہوئے جذبات سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ دل ہی دل میں یہ مصرعہ پڑھ رہے ہیں ۔ خوش رہو اہلِ وطن ہم تو سفر کرتے ہیں۔

ایک دفعہ پیچھے مڑ کر انھوں نے جنت پر نگاہ ڈالی تو خدا جانے کس غضب کی نگاہ تھی کہ در و دیوار لرزنے لگے۔ میں بھی اس زلزلہ سے گھبرا گیا۔ مگر بعد میں مجھے یاد آیا کہ حسرت بھری نظر تو پہاڑوں کو

لرزہ بر اندام کر سکتی ہے۔

جی چاہا کہ آگے بڑھ کر آدمؑ سے علیک سلیک کروں اور پوچھوں۔ کہیے حضرت کہاں تشریف لے چلے۔ یہ آج اداسی کیسی ہے۔ کیا کچھ کھو گیا ہے؟ مگر میں نے سوچا عقلمند دشمن وہ ہے جو خود کو ظاہر نہ کرے اور کامیاب ہو جائے تا کہ دوبارہ بھی بغیر مزاحمت کے انتقام کا موقع مل سکے۔

آدم کے پیچھے پیچھے میرا شکار جا رہا تھا۔ جیسے شکاری کا بھرپور وار کھائے ہوئے ہو۔ یہ میرِ آلہ کار حواؑ صاحبہ تھیں۔ جنھوں نے میرے مخلصانہ مشورہ پر عمل کر کے عذاب سے بچنے والی ترکیب کی تھی۔ بیچاری نہایت خاموش اور اداس جا رہی تھی۔ پشیمانی کے آنسو قدم قدم پر گر رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جی ہی جی میں چراکارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی کا سبق پڑھتی جا رہی ہیں۔

ان کے پیچھے میرا معزز دوست طاؤس تھا اس کی کیفیت ایسی تھی جیسے آجکل کوئی شخص کسی عدالت میں جھوٹی گواہی دے رہا ہو اور مجسٹریٹ پر اس کے جھوٹ کا راز مع ثبوت کے کھل جائے اور اس غریب گواہ کے گلے میں دفعہ ۱۹۳ کا پھندہ پڑ جائے اور بیچارہ جیل کی

طرف یہ کہتا ہوا اچل دے کہ ہم آئے تھے اس لئے کہ نماز بخشوائیں گے وہاں روزے اور گلے پڑ گئے۔

طاؤس کے بعد مسٹر حیہ تھے جن کا منہ میں نے بطور رتھ کے استعمال کیا تھا۔ بیچارے نیچی گردن کئے ہوئے خراماں خراماں عدالت کی طرف جا رہے تھے۔ ایک ایسے مجرم کی طرح جس کی مقدمہ کی تاریخ آخری ہو اور اسے سزا کا حکم سننے کا پورا یقین ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ بیچارے اپنی روانگی سے پہلے ضرور کوئی وصیت نامہ لکھ کر آئے ہیں۔

ان حضرات کے پیچھے پیچھے انجیر اور عود کے درخت تھے۔ ایسے چہرے بنائے ہوئے گویا نا کردہ گناہ ہیں۔ اور غلط فہمی کے باعث پولیس نے انھیں گرفتار کر لیا ہے۔ راستہ میں ہر شخص پر اپنی نگاہوں سے معصومی کا اظہار کرتے ہوئے چل رہے تھے۔

آدمؑ کی سزا

دربارِ خداوندی پر آج قہاری کی پوری شان برس رہی تھی۔ جمیع

ملائکہ خوف زدہ تھے اور ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ عرش و کرسی لرزہ بر اندام تھے ارشاد ہوا کہ آدمؑ کو حاضر کرو۔

آدم نیچی نگاہیں کئے ہوئے ڈرتے ڈرتے پیش ہوئے اور سجدہ عبودیت بجا لانے کے بعد دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ آواز آئی۔

اے آدمؑ کیا ہم نے نہ کہا تھا تم سے کہ "لا تقربا ہٰذِہِ الشجرۃ" مگر تم نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ہم نے تمہیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ یہ درخت تمہارے لئے ممنوع ہے اور اگر اس درخت کا پھل کھاؤ گے تو خسارے میں رہو گے۔ آخر کار آج وہ دن آ گیا کہ تم اس کا نتیجہ حاصل کرنے کے لئے انصاف کے سامنے کھڑے ہو ہم نے تمہیں اپنا خلیفہ بنایا تھا کہ نیک اعمال اور اطاعت کا مظاہرہ کر کے مخلوق کو سبق دو گے نہ کہ اس لئے کہ خلافت کو بدنام کرنے کا باعث ہو وہ بھی صرف ایک معمولی ذائقہ حاصل کرنے کے لئے، پس تمام حالات پر غور کرنے کے بعد ہم تمہارے لئے حسب ذیل دس سزائیں تجویز کرتے ہیں۔

پہلی سزا

تمہارے جسم کی ظاہری خوبصورتی یعنی حلۂ ہائے بہشتی تم سے واپس لئے جائیں۔ (اور اس پر عملدرآمد ہو چکا ہے)

دوسری سزا

تمہاری موجودہ زندگی کے ساتھ جنت سے اخراج اور اس کا عمل درآمد اسی وقت ہو گیا جب کہ تم اس دربار میں طلب کئے گئے۔

تیسری سزا

عتابِ الٰہی۔ جو اس وقت تم پر ہو رہا ہے اور جس کی پاداش تمہیں ہمیشہ خون کے آنسو رلائے گی۔

چوتھی سزا

سترِ عورت کی معلومات۔ کہ یہ میرے خلیفہ آدم کے لئے سخت ممنوع تھی۔ (اس پر بھی عملدرآمد ہو چکا ہے)

پانچویں سزا

تم سے اور تمہاری اولاد سے شیطان الرجیم کی عداوت قیامت کے دن تک۔

چھٹی سزا

آدم (آدمی) کے نام کے ساتھ عاصی کا اضافہ کہ یہ بطور تاج عصیاں آدم کے ساتھ رہے گا۔

ساتویں سزا

تمہاری اور حوا کی مفارقت اور اس کا دل خراش صدمہ تمہارے قلب پر۔

آٹھویں سزا

تمہاری ہر حرکت پر شیطان کو آزادی کہ وہ تمہیں اور تمہاری اولاد کو صراطِ مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کرے۔

نویں سزا

تم کو اور تمہاری اولاد کو دنیا کی مصیبتوں اور ہولناک تکلیفوں کا سامنا۔

دسویں سزا

تلاشِ معاش کی سوہانِ روح بننے والی تکلیف جس سے تم آج تک بے نیاز تھے۔

یہ حکم سنانے کے بعد چند ملائکہ کو حکم دیا گیا کہ آدم کو زمین پر پھینک دو تاکہ یہ اپنے کئے کی سزا پا سکیں۔ چنانچہ فرشتوں نے تعمیل ارشاد کی اور مجھے تختِ سلطنت سے اُتروانے والے حضرت آدمؑ آسمان سے ٹپکا دیئے گئے۔ جو بیچارے کوہ سراندیپ پر آ کر گرے۔

حواؑ کی سزا

آدم کے مقدمہ کا فیصلہ سنانے کے بعد بی بی حواؑ طلب کی گئیں۔

ارشاد ہوا۔

اے حواؑ تم جانتی ہو کہ اس معاملہ میں آدمؑ سے زیادہ تم قصوروار ہو اور تمھیں نے آدمؑ کو مجبور کر کے وہ پھل کھلایا۔ آدمؑ کو محض اس جرم میں سزا دی گئی کہ باوجود ہماری ممانعت کے تمہاری تقریر سے وہ مجبور ہو گئے اور انھوں نے تمہارا کہنا مانتے وقت یہ نہ سوچا کہ پروردگار کے احکام کی نافرمانی ہو رہی ہے چونکہ تم آدم سے زیادہ قصوروار ہو اس لئے تمہارے واسطے ذیل کی

پندرہ سزائیں تجویز کرتے ہیں۔

پہلی سزا

جنت اور اسکی نعمتوں سے محرومی کے بعد دنیا کی مصیبت جس سے قیامت تک تمہاری اولاد کو چھٹکارہ نہ مل سکے گا۔

دوسری سزا

دنیا میں رہنے کے بعد ہر مہینے کی ایک ایسی مصیبت جس کی ناپاکی سے تم کئی دن تک پریشان رہو اور عبادت سے محروم رہو۔

تیسری سزا

حمل کی موجودگی میں روحانی اور جسمانی تکالیف جس سے زندگی میں بار بار پالا پڑے گا۔

چوتھی سزا

وضع حمل کی ایک ایسی سخت تکلیف جس کے سامنے دنیا کی تمام جسمانی تکلیفیں ہیچ ہیں۔

پانچویں سزا

مرد کی مستقل محکومیت اور غلامی جس سے زندگی بھر چھٹکارہ نہ

مل سکے گا۔

چھٹی سزا

مرد کو اختیار طلاق تاکہ وہ کسی حال میں تمہارا محکوم اور مطیع قرار نہ پائے۔

ساتویں سزا

طلاق یا بیوگی کے بعد ایک ایسی مدت کا قرار جس میں تمہیں دنیا کے لذائذ سے محرومی رہے۔

آٹھویں سزا

مرد کے مقابلہ میں تمہارا حق میراث جو مرد کے مقابلہ میں ہر لحاظ سے کم ہو۔

نویں سزا

تم اور تمہاری بیٹیاں قیامت تک پیغمبری سے محروم اور اس کی نا اہل رہیں گی۔

دسویں سزا

جمعہ کی نماز اور اس کے انمول ثواب سے محرومی تاکہ ہر ہفتہ

اپنے کبیرہ گناہ کو یاد کر سکو۔

گیارھویں سزا

جہاد کی شرکت میں حاصل ہونے والے فضائل اور ان کے ثواب سے محرومی۔

بارھویں سزا

نقصانِ عقل۔ کہ اس میں ہمیشہ مرد کا دست نگر بن کر رہنا پڑے گا۔

تیرھویں سزا

دین اور مذہب کی عملی خدمتوں سے اندرونی قوتوں کا فقدان ہونے کے باعث محرومی یا کمی۔

چودھویں سزا

شہادت اور گواہی کے وقت کی ذلت کہ تمہاری شہادت مرد کے مقابلہ میں کمزور سمجھی جائے گی۔

پندرھویں سزا

مرد کے مقابلہ میں ہر قسم کی عزت و عظمت کی کمی تاکہ ہر وقت

تمھارا یہ زبردست گناہ تمھارے سامنے رہے۔

یہ حکم سنانے کے بعد پروردگار نے چند ملائکہ کو حکم دیا کہ حواؑ کو زمین پر پھینک دو۔ تاکہ یہ اپنے کئے کی سزا پا سکیں۔ چنانچہ فرشتوں نے حکم خداوندی کے ماتحت بیچاری بی بی حواؑ کو آسمان سے نیچے ڈال دیا۔ اور وہ بارعایت خداوندی زندہ سلامت جدہ کی سرزمین پر آپڑیں اور حضرت آدمؑ کو فراق کی سزا جو دی گئی تھی اس پر عملدرآمد ہو گیا۔ یعنی آدمؑ کوہ سر اندیپ میں پھینکے گئے اور بی بی حواؑ جدہ میں۔

طاؤس کی سزا

بی بی حواؑ کا مقدمہ ختم ہونے کے بعد طاؤس پیش ہوا۔ حکم ہوا۔

اے طاؤس تیری خطا گو زیادہ نہیں ہے لیکن یہ قصور کسی طرح معاف نہیں کیا جا سکتا کہ تو نے ہماری ممانعت عام کے باوجود کسی غیر کو جنت میں جانے کا موقع دیا حالانکہ تو واقف تھا کہ جنت میں ساکنانِ فردوس کے علاوہ کسی غیر کو جانے کی اجازت نہیں

ہے۔ بس تیرے اس قصور کے عوض ہم حسب ذیل تین سزائیں تجویز کرتے ہیں۔

پہلی سزا

اخراج جنت کے بعد تیرے جسم کی تمام خوبصورتی واپس لے لی جائے اور نشانی کے طور پر کہیں کہیں اس کی یادگار باقی رہے۔

دوسری سزا

تیرے چھ سو بازو ہیں ان سب کو واپس لے کر صرف دو بازو تیرے پاس باقی رہنے دیئے جائیں۔

تیسری سزا

چونکہ تیرے پیر گناہ کی معاونت کے لئے حیہ کے پاس گئے تھے اس واسطے ان کی خوبصورتی سلب کر کے بدصورت کر دیا جائے۔

فیصلہ سنانے کے بعد پروردگار نے چند فرشتوں کو حکم دیا کہ طاؤس کو آسمان پر سے نیچے گرا دو۔ تاکہ یہ اپنے کئے کی سزا پائے۔ چنانچہ طاؤس ہدایت کے مطابق زمین پر پھینک دیا گیا اور یہ بیچارہ ملکِ حبش میں آکر گرا۔

یہاں مجھے ایک اور بات عرض کرنی ہے۔ بعض انسانی مورخین نے لکھا ہے کہ طاؤس قابل میں آ کر گرا تھا لیکن میری تحقیق کا ماحصل یہ ہے کہ وہ حبش میں گیا۔ بہر حال میں انسانہ مورخین کی اس معاملہ میں تردید مناسب نہیں سمجھتا۔ کیونکہ اس وقت میں خود آسمان پر تھا اور میں نے اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر غور کروں۔ اگر اس وقت یہ خیال ہوتا کہ ایک نہ ایک دن مجھے اپنی سوانح عمری لکھنی پڑے گی۔ اور اس میں یہ چھوٹی باتیں بھی درج کرنی پڑیں گی۔ تو میرے لئے اس بات کی تحقیقات کچھ مشکل نہ تھی۔ ذرا سی دیر میں معلوم کر سکتا تھا۔ بہر حال یہ ایسی اہم بات نہیں ہے۔ جس کے لئے تحقیقات کرنے کی ضرورت ہو۔ اگر انسانہ مورخ یہ ہٹ دھرمی کریں کہ وہ قابل میں گرا تھا تو بہت اچھا۔ نیاز مند کو کیا غرض پڑی ہے کہ اس کی تردید کرتا پھرے۔ بہر حال یہ یقینی بات ہے کہ اسے فیصلہ خداوند کے بعد زمین پر پھینک دیا گیا۔

حیّہ کی سزا

مور (طاؤس) کا مقدمہ طے ہونے کے بعد حیّہ (سانپ) کی باری آئی یہ بے حد حسین جانور تھا۔ تمام جسم پر نہایت ہی دل فریب رنگ کے پر تھے۔ اور چار پیروں سے چلتا تھا۔ موجودہ وقت کی حالت اور جسم سے کہیں زیادہ بڑا اور پیارا قد تھا۔ اس کے جسم اور منہ سے مشک اور عنبر کی خوشبو آیا کرتی تھی۔ جس طرف سے نکل جاتا تھا پیچھے خوشبوؤں کی سرور انگیز دنیا چھوڑ جاتا تھا۔ جنت میں اپنے مخصوص امتیازات کے باعث بہت ہی معزز اور ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ جنت کے تمام باشندے حیّہ کی دوستی کو اپنے لئے باعثِ فخر جانتے تھے۔ آج بیچارہ نیاز مند کی دوستی کے باعث ملزم کے کٹہرے میں کھڑا اپنے مقدمے کا فیصلہ سننے کا منتظر تھا۔ بارگاہِ انصاف سے آواز آئی۔

حیّہ! ہم نے تجھے اپنی بہت سی مخلوق سے زیادہ حسن صورت دیا طرح طرح کی نعمتیں تجھے بخشیں، عزت دی، عظمت دی اور اپنی لاتعداد مہربانیوں سے مالا مال کیا۔ لیکن تو نے ان کی کوئی قدر نہیں کی۔ اور باوجود

ہمارے امتناعی حکم کے تو نے غیر کو جنت میں لے جانے کا گناہ کیا۔ حالانکہ تو لے جاتے وقت بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ سوائے ساکنانِ فردوس کے ہماری اجازت لئے بغیر کوئی شخص داخل جنت نہیں ہو سکتا۔ مگر تو نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور یہ خیال کر لیا کہ ہم تیری غداری کا حال نہ جان سکیں گے۔ اس واسطے ہم تیرے لئے حسب ذیل تین سزائیں تجویز کرتے ہیں۔

پہلی سزا

اخراج جنت کے ساتھ ہی تیرا تمام حسن صورت واپس لے کر تیرا چہرہ مسخ کر دیا جائے۔

دوسری سزا

جن پیروں کے ذریعہ تو غیر کو لے کر جنت میں داخل ہوا وہ واپس لے لئے جائیں۔ تاکہ آئندہ پیٹ کے بل گھسٹے۔

تیسری سزا

جس منہ میں بٹھا کر لے گیا تھا اور جہاں سے مشک وعنبر کی خوشبو آتی تھی۔ وہاں بجائے انوار کے زہر ہلاہل بھر دیا جائے۔

مقدمہ کا فیصلہ اور سزا کا حکم سنانے کے بعد اللہ تعالےٰ نے چند ملائکہ کو حکم دیا کہ حیہ کو سزائیں بھگتنے کیلئے زمین پر پھینک دو۔ چنانچہ حیہ صاحب بصد حسرت ویاس جسم کی ظاہری وباطنی خوبصورتی کھو کر پیروں سے بے نیاز زمین پر گھسٹ کر چلنے کیلئے اس دار المحن اور دار السزا میں آگئے جہاں انسان اپنے عیش وآرام کے ذرائع تلاش کرتا رہتا ہے۔ یہ بیچارے اصفہان میں آکر گرے اور دنیا کے لئے درس عبرت بن کر اپنی اولاد در اولاد کی صورت میں آج تک زندہ ہیں۔

انجیر اور عود کی سزا

چونکہ ان دونوں درختوں نے بھی گناہ گار آدم کی امداد کی تھی اور یہ امداد پروردگار کا حکم حاصل کئے بغیر ہوئی تھی اس واسطے حیہ کے بعد یہ دونوں بھی بصورت ملزم پیش ہوئے اور چونکہ ان کے گناہ زیادہ وزنی

نہ تھے اس واسطے صرف اخراج جنت ہی پر اکتفا کیا گیا۔

میری سزا

یہ ناانصافی ہوگی۔ اگر اس سلسلہ میں ان سزاؤں کا ذکر نہ کروں جو میرے لئے تجویز کی گئیں۔ اس کے علاوہ ان سزاؤں کا ذکر چھوڑ کر حضرت انسان کی طرح فنِ تاریخ نویسی کا گلا گھونٹنے کا جرم بھی کروں گا۔ پس ضرورت ہے کہ میں اپنے مقدمہ کی کیفیت بھی درج کروں۔

چونکہ گیہوں کھلانے کے سلسلہ میں میرا ہاتھ بھی تھا۔ اس واسطے اس ضمن میں میرا مقدمہ پیش ہوا۔ بارگاہِ حقیقی نے فیصلہ فرمایا کہ ابلیس کے لئے حسب ذیل دس سزائیں تجویز ہوئی ہیں۔

پہلی سزا

روئے زمین کی سلطنت جو ہم نے پیغمبری کے اعزاز کے ساتھ بخشی تھی واپس لی جائے (عملدرآمد ہو چکا)

دوسری سزا

جنت سے اخراج اور درِ جنت ہمیشہ کے لئے ممنوع (اس سزا پر

بھی عملدرآمد ہو چکا)

تیسری سزا

وہ حُسنِ صورت جس کو تمام فرشتوں پر فضیلت تھی واپس لے کر صورت مسخ کی جائے (عملدرآمد ہو چکا۔ میرا فوٹو دیکھ لیجئے)

چوتھی سزا

ابلیس نام تجویز کیا گیا (عملدرآمد ہو چکا)

پانچویں سزا

آئندہ ہونے والے تمام شیاطین اور اشقیا کی پیشوائی کا بدنما داغ۔

چھٹی سزا

قیامت تک کے لئے مستحق لعنت۔ تاکہ قدم قدم پر اپنا گناہ کبیرہ یاد کر سکوں (کر رہا ہوں)

ساتویں سزا

مغفرت کے تمام دروازے اور اسباب ہمیشہ کے لئے بند کر کے محروم شفاعت کیا جائے۔ (دیکھا جائے گا)

آٹھویں سزا

توبہ کرنے کی گنجائش ہی نہ رکھی جائے اور ہمیشہ کے لئے در توبہ بند کردیا جائے۔ (کرتا ہی کون ہے۔ توبہ)

نویں سزا

آج سے قیامت تک پیدا ہونے والی قوموں کے گناہوں میں برابر کا شریک اور مستحق (شکریہ)

دسویں سزا

خطیب اہل النار کا بدنام کن خطاب جو پیشانی پر سیاہ داغ کی صورت میں نظر آئے گا۔

یہ تھیں میری سزائیں۔ خیر یہ تو ہونے والی بات تھی۔ مجھے اس کا غم نہیں۔ کیونکہ یہ تو میں اسی وقت جانتا تھا۔ جب گیہوں کھلانے اور آدم سے انتقام لینے کے منصوبے باندھ رہا تھا۔ البتہ اس ضمن میں یہ بتانا ضروری ہے کہ اس فیصلہ کے بعد مجھے آسمان سے نیچے پھینک دیا گیا۔ اور بصرہ میں آکر گرا اور بعض مورخین کا خیال ہے کہ میں میسہ میں آکر گرا تھا لیکن آپ خود ہی انصاف سے کہیے کہ اپنی جگہ کو میں بہتر جان سکتا

ہوں یا یہ ان دیکھی باتیں لکھنے والے۔ سچ پوچھیے تو دنیا کی یہ پہلی جگہ کم از کم میرے لئے تو بہت ہی اہم ہے۔ اسے کیوں کر بھول سکتا ہوں۔

ہم سب کی ایک دوسرے سے مخالفت

ان تغیرات اور تباہیوں کے بعد ضروری تھا کہ ہم سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر اس بربادی کا سبب دریافت کرتے اور سبب معلوم ہونے کے بعد یہ ضروری امر تھا کہ جس کے باعث تباہی آئی ہے اس سے بغض پیدا ہو اور اس کے خلاف انتقام کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

آدم و حوا کا جذبہ انتقام

آدم کی مجھ سے مخالفت

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ آدم اور انکی اولاد مجھ پر کتنی مہربان ہے آدم اور حوا کا خیال تھا کہ انکی تباہی کا اصلی سبب میری ذات ہے چنانچہ وہ زندگی بھر مجھ پر لعنت ملامت کرتے رہے اور اب انکی اولاد بھی مجھ غریب کو گالیاں اور کوسنے دیئے بغیر نہیں رہتی حالانکہ سب جانتے ہیں کہ میں نے آدم کے ساتھ کوئی خاص دشمنی نہیں کی تھی۔ بلکہ جو کچھ

بھی کیا تھا وہ جذبہ انتقام کا کارنامہ تھا کیونکہ دراصل آدمؑ ہی میری تباہی کا باعث ہوئے تھے نہ وہ پیدا ہوتے، نہ سجدہ کا جھگڑا پڑتا۔ اس واسطے میں نے جو کچھ کیا وہ آدم کی مخالفت کے لئے نہیں بلکہ انتقام لینے کے لئے۔ کیونکہ جب آدم کی وجہ سے میں تباہ و برباد ہوا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ چین کی زندگی گزارتے اور یہی نہیں بلکہ قیامت تک کوشش کروں گا کہ آدم کی اولاد چین سے نہ بیٹھ سکے اور شاید آدمؑ کی اولاد بھی مجھے اسی طرح کوستی رہے گی۔

آدم کی مور سے مخالفت

دنیا سمجھتی ہے کہ بھولے بھالے آدمؑ نے اور انکی اولاد نے مور کو بے قصور سمجھ کر چھوڑ دیا اور اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا لیکن اس چیز پر آج تک کسی نے غور نہیں کیا کہ آدمؑ کی اولاد بلی اور کتا جیسے غلیظ جانور تو پالنا گوارا کرتی ہے اور تقریباً ہر دس پانچ گھروں کے بعد ایک گھر میں ضرور ہی یہ جانور ملے گا لیکن مور بچارہ جنتی حسن کھونے کے بعد بھی دنیا کے ہزاروں لاکھوں جانوروں سے زیادہ حسین ہے مگر آدمؑ کی اولاد اپنے قریب رکھنا گوارا نہیں کرتی اور یہ بے چارہ جنگلوں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

آدم کی سانپ سے مخالفت

ہاں! سانپ سے آدمؑ اور انکی اولاد نے جی کھول کر بدلہ لیا اور اسے موذی قرار دے کر قتل الموذی قبل الایذا پر عمل درآمد شروع کر دیا ہے آدمؑ اور انکی اولاد کا خیال ہے کہ اگر حیہ امداد نہ کرتا تو شیطان جنت میں داخل ہو کر اس تباہی میں کامیاب نہ ہوتا اس واسطے حیہ سب سے بڑا خطاوار ہے اور زیادہ سے زیادہ سزا کا مستحق ہے۔ چنانچہ آدمؑ کی اولاد نے دنیا میں یہ رواج عام کر دیا ہے کہ حیہ کی اولاد جہاں نظر آئے جان سے مار دو ہرگز ہرگز رعائیت نہ کرو۔

آدم کی انجیر اور عود سے دوستی

چونکہ انجیر اور عود نے آدم سے ہمدردی کی تھی اس واسطے آدمؑ کی اولاد ان دونوں کو اپنا دشمن نہیں کہتی بلکہ ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتی ہے اور اگر انجیر اور عود کو آدمؑ کے ذریعے نقصان نہ پہنچتا اور وہ آدمؑ کی بدولت جنت سے نہ نکالے جاتے یا ان میں آدمؑ کے خلاف کوئی جذبہ نہ ہوتا تو یقیناً یہ دونوں چیزیں آدمؑ اور انکی اولاد کے لئے بے انتہا فوائد رکھتیں۔ لیکن افسوس ہے کہ انجیر اور عود کا دل آدمؑ کی طرف سے

صاف نہیں ہے اور انہیں یقین ہے کہ انکی تباہی کا باعث آدمؑ ہی ہے۔ لہذا ان دونوں نے اپنے بے شمار فوائد کا اظہار ہی نہ ہونے دیا۔

مور کا جذبہِ انتقام

مور کا خیال ہے کہ وہ بیچارہ بن آئی مارا گیا نہ وہ کسی کی بھلائی میں تھا۔ نہ برائی میں۔ لیکن غور کیا جائے تو اسکا جرم سب سے زیادہ اہم اور نا قابل معافی ہے۔ اس نے اجنبی کی باتوں پر غور کیا تھا اور پھر جنت میں جا کر اپنے اثر سے کام لیا اور حیہ کو اس بات کی ہدائت کی تھی کہ وہ اجنبی فرشتے کو جنت کی سیر کرادے۔

دنیا میں آنے کے بعد طاؤس (مور) کی بھی رگِ انتقام بھڑک اٹھی اس نے سوچا کہ حیہ مجھ سے زیادہ سمجھ دار تھا پھر اس نے ایسی حرکت ہی کیوں کی اور کیوں اجنبی کے متعلق تحقیقات نہ کی۔ مگر چونکہ بیچارے کی طاقتیں سلب کر کے جنت سے علیحدگی ہوئی تھی اس واسطے اس نے محسوس کیا کہ آدمؑ اور حواؑ سے انتقام لینے کی مجھ میں قدرت نہیں تاہم اس کے انتقام کا نتیجہ حسبِ ذیل رہا۔

مور کی آدم و حواؑ سے مخالف

چونکہ آدم سے انتقام لینے کی قوت اس میں نہیں رہی تھی۔ لہذا یہی بہتر سمجھا کہ اس مٹی کے پتلے سے دور جنگلوں اور بیابانوں میں زندگی گزار دے اور جب رات کو ۳ بجے کے قریب آدمؑ اور انکی اولاد نیند کی روح پرور راحتوں میں کھو رہی ہو تو چیخ چیخ کر انکی نیندیں حرام کر دے چنانچہ آج کے دن تک طاؤس کی اولاد اس پر عمل کرتی ہے اور رات کے آخری حصہ میں جو نیند کا بہترین وقت ہے چیخ چیخ کر اولادِ آدمؑ کو آرام کرنا حرام کر دیتی ہے دنیا کے مختلف حصوں میں جہاں جہاں طاؤس کی اولاد بکثرت آباد ہے وہاں کے باشندے اس بات کو سمجھتے ہونگے کہ پچھلے پہر طاؤس کی اولاد انکی میٹھی نیند کو کس طرح برباد کیا کرتی ہے۔

مور کی حیہ سے مخالفت

البتہ حیہ چونکہ خود بے طاقت ہو کر جنت سے نکالا گیا ہے۔ اس واسطے آج کے دن تک طاؤس کی اولاد حیہ کی اولاد سے بس سر پیکار ہے اور دیکھنے والے ہمیشہ دیکھتے رہے ہیں کہ مور کسی حالت میں بھی سانپ

پر رحم کرتا بلکہ مزید احتیاط اور انتقام کی شدت بڑھانے کے لئے طاؤس کی اولاد نے حیہ کی اولاد کو اپنی مرغوب غذاؤں میں شامل کر لیا ہے تاکہ طاؤس کی اولاد سے کسی وقت بھی یہ **جذبہ** انتقام و مخالفت دور نہ ہو سکے۔ اگر کسی سانپ اور مور کی دشمنی میں شک ہو تو وہ ہر وقت تجربہ کر سکتا ہے۔ مور کے سامنے سانپ کو چھوڑ دیجئے۔ پھر سانپ کے بچنے کی کوئی صورت ہی نہیں رہے گی۔

مور کی انجیر اور عود سے مخالفت

جن لوگوں کو اس تجربہ کا موقع ملا ہے وہ سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ مور انجیر اور عود کے قریب ہو کر بھی نہیں گذرتا۔ یہی نہیں بلکہ اگر انجیر کے پتوں کی دھونی مور کو دی جائے تو وہ بیمار ہو جائے گا اور اسکا جانبر ہونا مشکل ہو جائے گا۔

دوسرا تجربہ اس سلسلہ میں اس طرح ہو سکتا ہے کہ اگر مور کو مجبوراً انجیر کے قریب رہنا پڑے اور اس سے دور رہنے کی صورت نہ رہے تو مور انجیر کے تمام پتے نوچ نوچ کر پھینک دے گا اور درخت کو جہاں تک نقصان پہنچا سکے گا پہنچا دے گا۔

مور کی مجھ سے مخالفت

البتہ مور بیچارہ مجھ سے انتقام لینے کے لئے بڑا بیتاب ہے، ہزار جتن کے باوجود مجھ پر قابو نہ پا سکا جنگل میں جب کہیں میری اور اسکی مڈبھیڑ ہو جاتی ہے تو بے تحاشا میرے پیچھے دوڑتا ہے اور جب میں اسکی بے بسی اور ناکامی دیکھ کر ایک ہلکا سا چپت اس کے رسید کر دیتا ہوں تو بری طرح چیخ مار مار کر سارے جنگل کو سر پر اٹھا لیتا ہے یہ آواز سن کر اسکی ساری برادری مجھے زور زور سے گالیاں دیتی ہے اور اس طرح تھوڑی دیر کے لئے وہ جنگل میدانِ جنگ کے شور کا منظر پیش کر دیتا ہے۔

حیہ کا جذبہ انتقام

حیہ بیچارہ بھی بے سروسامان ہی خلد سے نکال دیا گیا تھا البتہ اس کے منہ میں جائے انوار کے زہر ہلاہل جو بھر دیا گیا تھا وہ اس کے کام آگیا اور صرف یہی ایک ذریعہ انتقام لینے کا اسکے پاس تھا اب اس زہر سے وہ جو کام لے سکتا تھا لیتا ہے لیکن جہاں یہ زہر بھی ناکارہ ہو ثابت ہو

جائے اس جگہ سانپ بے چارہ اپنی بے بسی پر بل کھاتا نظر آتا ہے۔

بہشت سے نکالی ہوئی دوسری مخلوق کی طرح حیّہ اور اسکی اولاد بھی آدم اور آدم زاد کی زبان سمجھتی ہے چنانچہ آجکل بھی عام طور پر لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ سانپ انسان کی گفتگو سمجھ لیتا ہے۔

پرانی عورتیں اس راز کو خوب سمجھتی ہیں جب انکے گھر میں سانپ نظر آئے اور وہ امداد کے لئے اپنے مردوں کو آواز دیں تو یہ نہیں کہتیں کہ سانپ نکلا ہے بلکہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یا تو اسکا نام "رسی" لیتی ہیں یا لمبا کیڑا۔ کیونکہ انکا عقیدہ یہ ہے کہ اگر سانپ کا ذکر سانپ کے سامنے صاف لفظوں میں کیا جائے تو وہ سمجھ جاتا ہے اور پھر مار نہیں کھاتا۔

بہت عرصہ ہوا آدم کی اولاد نے اپنی نسل میں حیّہ کی اولاد سے مخالفت "انتقام" کے جذبہ کو مستقل قائم رکھنے کی ایک صورت نکالی تھی اور وہ نہایت ہی کارگر رہی مثلاً یہ کہ ہر مہینہ یا ہر سال ایک دن ایسا مقرر کیا جاتا تھا کہ کنبہ قبیلہ کے لوگ ایک جگہ جمع ہو کر "سانپ" کی برائیاں اور نسلِ آدم سے اسکی مخالفت کے واقعات بیان کیا کرتے تھے تاکہ انکی اولاد اور آئندہ آنے والی نسلوں کے ذہن میں بھی حیّہ سے انتقام

لینے کا پورا جذبہ قائم رہے چنانچہ آپ نے دیکھا ہو گا کہ آج کل بھی اولادِ آدم میں وہی دستور چلا آرہا ہے۔

اگر کسی نے ایک مرتبہ سانپ کا ذکر چھیڑ دیا تو پھر گھنٹوں اسی کا ذکر رہتا ہے طرح طرح کے واقعات سنائے جاتے ہیں سب حاضرین نہائیت شوق کے ساتھ سنتے ہیں اور آخر کار ان کے دماغوں میں یہ خیال پوری طرح گھر کر گیا ہے کہ سانپ ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے لہٰذا اسے جہاں دیکھو ہلاک کردو۔

حیّہ کی آدم سے مخالفت

یہ حالت دیکھ کر سانپوں نے بھی اپنے قومی جلسہ میں غور کیا اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ حیّہ کی اولاد کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ طمانچہ کا جواب طمانچہ سے دینا ہم سب کا فرض ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی آدم کی اولاد کے ساتھ کوئی رعایت نہ رکھیں اور جب موقع ملے اسے ہلاک کرتے رہیں۔ جب اس نے ہمارے نونہالوں کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس مفسد مخلوق کے ساتھ کوئی رعایت روا رکھیں ہماری قوم کے بچہ بچہ کو ہماری "انسان کش انجمن" کا ممبر ہونا چاہیئے اور آج ہی سے اس پر عمل درآمد

شروع کر دیا جائے تاکہ آدم کی اولاد دیکھ لے کہ حیہ کی اولاد کسی طرح کمزور نہیں ہے۔

چنانچہ آج کل حیہ کی اولاد اس ریزولیوشن پر عمل کر رہی ہے اور جہاں کہیں انسان پر اسکا قابو چلتا ہے ایسا میٹھا پیار کرتی ہے کہ بچارہ انسان اس سرور اور خمار سے قیامت تک ہم آغوش رہتا ہے۔

حیہ کی طاؤس سے مخالفت

طاؤس جیسے سخت جان کے لئے وہ رہزن بن جاتا ہے اس واسطے کہ حیہ کی اولاد کے پاس اور کوئی ذریعہ ہی نہیں چنانچہ طاؤس کی اولاد سے انتقام لینے کے لئے جب کبھی حیہ کی اولاد کو موقع ملتا ہے مورنی کے انڈے توڑ پھوڑ جاتی ہے اور یہی اسکے اختیار میں بھی ہے اس سے زیادہ حیہ کی اولاد طاؤس کی اولاد کے ساتھ کچھ نہیں کر سکتی۔

حیہ کی انجیر اور عود سے مخالفت

ان میں اگر مخالفت ہوتی تو غلط ہوتی حیہ نے اس طرف توجہ نہیں کی اور ان دونوں درختوں کو بے قصور سمجھ کر چھوڑ دیا۔

حیہ کی مجھ سے مخالفت

یہی حال میرے ساتھ ہے۔ کیونکہ اس بچارہ کا مجھ پر بھی کوئی بس نہیں چلتا لے دے کے وہی زہر۔ اور وہ میرے لئے بیکار، مجھے موت سے کیا واسطہ۔ اگر موت میرے لئے ہوتی بھی تو میں اس حقیر مخلوق سے کب دبنے والا ہوں چنانچہ سوئے اسکے کہ اس نے اور اسکی اولاد نے اپنے دشمنوں میں میرا نام لکھ رکھا ہے اور کوئی نتیجہ ہی نہیں نکلتا۔

انجیر اور عود کا جذبہ انتقام

یہ دونوں درخت بھی آدمؑ کی بدولت جنت سے نکالے گئے مگر افسوس ہے کہ ان دونوں کے پاس ایسی کوئی طاقت نہیں جس کی بنا پر یہ کسی سے انتقام لے سکیں۔ تاہم جو کچھ بھی ہے اس سے یہ دونوں ہرگز نہیں چوکتے۔

انجیر کی آدمؑ حواؑ سے مخالفت۔

غور کیجئے۔ جنت سے آیا ہوا میوہ انجیر۔ مگر دنیا کے بازار میں کتنا

بے اثر۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ انجیر نے اپنا ذائقہ سلب کر لیا ہے اور انسان آج تک محسوس ہی نہیں کر سکا کہ انجیر میں کس قدر حیرت انگیز ذائقہ ہے۔ اس کا تجربہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ کوئی شخص بازار سے انجیر خریدے اور اسکو دس حصوں میں تقسیم کر کے الگ الگ روزانہ ایک حصہ کھالیا کرے۔ وہی ایک قسم کا انجیر دس دن میں دس ذائقے دے گا اور پھر بھی حقیقی حلاوت انسان محسوس نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ وہ انجیر نے خود سلب کر لی ہے اور نہیں چاہتا کہ آدم زاد اسکی اصل کیفیت سے آگاہ ہو۔ یہی حال عود کا ہے اس نے بھی اپنے "خاص اثرات" خارج از وجود کر دیئے ہیں تاکہ وہ انسان جس کے باعث عود کو جنت سے نکلنا پڑا۔ اس کے حقیقی فائدوں سے مستفید نہ ہو سکے۔

انجیر کی طاؤس سے مخالفت

چونکہ انجیر موجودہ زمانہ میں ظاہری جان نہیں رکھتا اس واسطے اسکی قوتِ انتقام محدود ہے تاہم انجیر کے درخت کا ریزہ ریزہ مور کا دشمن ہے اور مختلف طور سے اسکو نقصان پہنچاتا ہے۔

انجیر کی حیہ سے مخالفت

یہی حال حیہ کے ساتھ ہے۔ اگر سانپ کو کسی ہانڈی میں بند کر دیا جائے اور اس ہانڈی میں انجیر کے درخت کی جڑ (کچل کر) ڈال دی جائے اور پھر ہانڈی کا منہ اس طرح بند کر دیا جائے کہ اس میں زیادہ ہوا نہ جا سکے تو صرف ایک گھنٹہ کے اندر اندر سانپ مر جائے گا اور نئی بات یہ ہو گی کہ سانپ سکڑ کر پہلے سے نصف رہ جائے گا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انجیر کے درخت کی جڑ سانپ کو بہت تکلیف دے کر مارتی ہے ورنہ سانپ کے چھوٹا ہونے اور سکڑنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اسی طرح عود کی لکڑی کو جلا کر اس کی راکھ سانپ کے منہ میں بھر دی جائے ایسے کہ وہ راکھ کم سے کم بیس منٹ سانپ کے منہ میں رہے تو یہ راکھ اس کے منہ کا تمام زہر خود پی کر اسے نہتا اور نکما بنا دے گی۔ سانپ لاکھ کوشش کرے لیکن وہ راکھ کے اس عمل کو نہیں روک سکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ زہر دوبارہ اس کے منہ میں پیدا ہو جائے۔ لیکن ایک بار تو یہ راکھ اسے ناکارہ کر ہی دیتی ہے۔

انجیر کی مجھ سے مخالفت

آپ یہ سن کر حیران ہونگے۔ انجیر کبھی کبھی مجھ سے بھی انتقام لیتا ہے۔

بات یہ ہے کہ مجھے ہمیشہ سے انجیر بہت مرغوب ہے۔ جب میں جنت میں تھا تب بھی یہ میوہ مجھے بہت پسند تھا اور آج بھی میری رغبت کا وہی حال ہے جب کہیں انجیر کا درخت دیکھتا ہوں اور اس میں پھل نظر آتا ہے تو میں بے چین ہو جاتا ہوں اور جب طبیعت نہیں مانتی تو دو چار پھل توڑ کر کھا لیتا ہوں۔

جانتا ہوں کہ دنیا میں آنے کے بعد یہ میوہ مجھے کبھی راس نہیں آیا لیکن کیا کروں نیت نہیں مانتی دن میں ہزار مرتبہ تکلیف اٹھاتا ہوں۔ پریشان ہو جاتا ہوں مگر انجیر کھانے کی عادت نہیں جاتی اور انجیر بھی ایسے انتقام پر تلا ہوا ہے کہ خدا پناہ۔ ادھر میں نے کھایا۔ ادھر پیٹ میں بھٹی جلنی شروع ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے بھٹی میں ایک اور بھٹی جلا دی۔ درد بھی اس بلا کا ہوتا ہے کہ میں بھاگا پھرتا ہوں اور یہ انجیر میرے پیٹ میں جانے کے بعد چاروں طرف کودتا ہے تاکہ مجھے اندرونی تکلیف پہنچے اور میں پریشان ہو جاؤں۔ میں جانتا ہوں کہ

اسکی دوا کے لئے جنت میں ایک پیڑ ہے اگر اس درد کے وقت وہ پتے کھالوں تو سکون ہو جاتا ہے۔ لیکن کیا کروں جب انجیر کھاتا ہوں اور یہ پیٹ میں کود کر سخت بے چینی کا درد پیدا کرتا ہے تو میں گھبراہٹ کے عالم میں آسمان کی طرف دوڑتا ہوں۔ تاکہ جنت سے وہ پتے لا کر کھا لوں۔ مگر جب آسمان کے قریب پہنچ جاتا ہوں تو فرشتے میرے منہ پر آگ پھینکتے ہیں اور گرز مارتے ہیں۔ ناچار اپنا ارادہ ملتوی کر دیتا ہوں اور کراہتا ہوا واپس آجاتا ہوں۔ آخر کار لوٹتے پیٹتے درد کی مدت پوری کرنی پڑتی ہی ہے۔

نوٹ:۔ رات کے وقت آسمان پر تاروں کا ٹوٹتا ہوا نظر آنا علامت ہے اس بات کی کہ میں اس وقت پیٹ کے درد کا علاج کرنے کے لئے آسمان کی طرف پرواز کرتا ہوں۔ مگر فرشتے مجھ پر آگ کی بارش کر دیتے ہیں۔ یہ عمل دن میں بھی اکثر ہوتا ہے۔ لیکن دنیا کا انسان تیز نظر نہ ہونے کے باعث دن میں آسمانی آگ کا نظارہ نہیں کر سکتا۔

میری شیطنت کا بچپن

کتاب کے شروع ہی میں الٹی میٹم دے چکا ہوں کہ میں صرف اپنی زندگی کے حالات لکھوں گا۔ اس واسطے یہاں سے آدمؑ اور حواؑ کے ساتھ ساتھ مور، سانپ اور انجیر وغیرہ کو بھی چھوڑتا ہوں۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ آدم کب تک اپنے گناہوں پر روتے رہے اور کس طرح صبر آیا۔ نہ مجھے یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ حواؑ انہیں کب ملیں اور کہاں ملیں، نہ اسکی ضرورت سمجھتا ہوں کہ آدم اور حواؑ کے وہ حالات بتاؤں جنہیں آج بہت حیرت اور تعجب سے سنا جاتا ہے، مثلاً کوئی کہتا ہے بی بی حواؑ کے ہاں صبح لڑکا اور شام کو لڑکی ہوتی تھی اور اگلے دن بھی اسی طرح دو بچے ہوتے تھے اور پہلے دن کے لڑکے سے اگلے دن کی لڑکی کی شادی ہوا کرتی تھی۔

کہیں یہ مشہور ہے کہ ہر چھ مہینے کے بعد بی بی حواؑ کے ہاں وضع حمل ہوا کرتا تھا۔ بعض یہ یقین رکھتے ہیں کہ روزانہ توام پیدا ہوتے تھے بہر حال دنیا کی اوندھی سیدھی تاریخ لکھنے والوں نے جو کچھ لکھا ہے نہ مجھ کو ان پر رائے زنی کی ضرورت ہے اور نہ قرآن مجید کے بتائے ہوئے

واقعات پر ریویو کرنے کا حق۔ اور سچ بات تو یہ ہے کہ میری زندگی سے ان واقعات کو کوئی نسبت ہی نہیں اس واسطے میں ان تفصیلات کو ہی غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ جن لوگوں کو میری زندگی کے علاوہ ان واقعات کے بھی معلوم کرنے کی ضرورت ہو وہ کوئی ایسی کتاب پڑھیں جو اس مقصد کے لئے لکھی گئی ہو۔ نیاز مند کا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی مقدس سوانح عمری کے ساتھ کسی غیر کے حالات کو شریک کرسکے۔ کیونکہ شرک سراسر گناہ ہے اور میں گناہوں کی دنیا سے بہت دور رہنا چاہتا ہوں۔

عام لوگوں کا خیال ہے کہ میری شیطنت کی ابتدا اس وقت ہوئی جب میں نے جنت میں پہنچ کر آدم کو گیہوں کھلانے کا انتظام کیا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ خیال غلط ہے وہ تو ایک انتقامی جذبہ تھا۔ چونکہ آدم کا وجود میری تباہی کا باعث ہوا تھا اس واسطے میں نے ان کے خلاف جو امر کیا وہ صرف انتقام کا کرشمہ کہا جاسکتا ہے۔ اگر وہ شیطنت ہے تو میں آدم کی اولاد میں سو فیصدی یہ شیطنت دکھانے کو تیار ہوں۔ خصوصاً آج کل ہر گھر میں بچہ بچہ یہی کام کرتا ہے۔ ایک کی تباہی کے لئے ایک کو تیار کرتا ہے اور چپ چاپ تماشہ دیکھتا رہتا ہے۔ پھر کچھ دن کے بعد اسکے

بھی کوئی فرعون نکل آتا ہے اور کوئی تباہی اسکے لئے بھی تیار کر دیتا ہے۔

خیر! مجھے دنیا والوں سے کیا غرض۔ جو جی میں آئے کہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میری شیطنت کا پہلا کارنامہ وہ ہے جو میں نے آدم کے بیٹے ہابیل اور قابیل کے ساتھ انجام دیا کیونکہ اس میں میری نیت مفسدانہ تھی اور اس فعل سے مجھے ذاتی طور پر کوئی فائدہ نہیں تھا۔ در اصل شیطنت کے معنی ہی یہ ہیں کہ بغیر کسی فائدے کے دوسرے کو جان بوجھ کر مبتلائے آلام کر دیا جائے۔

دنیا میں میرا پہلا شاندار کارنامہ

مجھے اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرنا چاہئے کہ دنیا میں آنے کے بعد میرا سب سے پہلا کارنامہ نہائیت شاندار اور نتیجہ خیز رہا اور جس کی نقل کرنے پر آج تک اولادِ آدم میرا من مانا نتیجہ حاصل کر رہی ہے۔

آدم کے ہاں سب سے پہلے ایک لڑکا قابیل اور اسکے ساتھ ایک لڑکی اقلیما (توام) پیدا ہوئے۔ اس کے بعد دوسرے حمل میں ایک لڑکا ہابیل اور ایک لڑکی لبودا پیدا ہوئے۔ جب دونوں پل کر جوان ہوئے تو

دم کے پاس اللہ تعالےٰ کا پیغام آیا :۔

"اے آدم - یہ بچے جوان ہو گئے ہیں۔ لہذا اب تمہیں چاہیئے کہ ان کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر دو۔ اس طرح کہ قابیل کے ساتھ لبودا کو اور ہابیل کے ساتھ اقلیما کو بیاہ دو (یعنی دوسرے توام لڑکے ہابیل کے ساتھ، پہلے حمل کی لڑکی اقلیما کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر دو۔)

آدم نے یہ حکمِ خداوندی سن کر اپنی اولاد کو جمع کیا اور انہیں بھی بتا دیا سب خوش ہو گئے۔ لیکن قابیل کو یہ بات بہت ناگوار گزری انہوں نے اپنے باپ آدم سے کہا اس میں میری حق تلفی ہے اقلیما نہایت حسین اور عقیل لڑکی ہے میری توام ہے لہذا اس پر میرا حق ہے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میری توام کو دوسرے کے ساتھ وابستہ کیا جائے اول تو آدم نے بہت کچھ سمجھایا کہ یہ بات میرے اختیار میں نہیں ہے جیسا حکم خدا ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔ لیکن قابیل کسی طرح راضی نہ ہوئے تب مجبوراً آدم نے پروردگار سے دعا کی۔ یکایک ان کے جی میں ایک ترکیب آگئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ ان کے دل سے کسی نے کچھ کہا ہے

اور کوئی خاص ترکیب بتائی ہے۔

آدم نے ایک دن پھر اپنے بچوں کو جمع کیا اور کہا کہ قابیلؔ اگر فیصلہِ خداوندی پر عمل کرنے کا وعدہ کریں تو میں پروردگار سے دوبارہ فیصلہ منگوا سکتا ہوں۔

آسان ترکیب یہ ہے کہ کوہِ قلعہ پر ہابیلؔ اور قابیلؔ اپنی اپنی طرف سے قربانیاں لے جا کر رکھیں جس کی قربانی منظور ہو جائے اسی کے ساتھ اقلیماؔ کی شادی ہو گی۔

قابیلؔ یہ سن کر بولے قربانی کی منظوری کس طرح سمجھ میں آئے گی۔

آدم اول تو بہت سٹپٹائے۔ لیکن فوراً انہیں القا ہوا اور انہوں نے بتایا کہ جس کی قربانی قابلِ منظور ہو گی وہ یا تو آسمان پر اٹھائی جائے گی یا آگ آئے گی اور اس کو جلا جائے گی اور جس کی قربانی نامنظور ہو گی وہ بدستور پہاڑ پر رکھی رہ جائے گی۔

دونوں لڑکوں نے اس ترکیب کو پسند کر لیا اور قربانی دینے کے لئے راضی ہو گئے۔ چنانچہ اگلے دن صبح ہابیلؔ کی طرف سے ایک بکری اور قابیلؔ چونکہ زراعت پیشہ تھے ان کی طرف سے کچھ گندم قلعہ پہاڑ کی

چوٹیوں پر علیحدہ رکھ دیئے گئے۔ تھوڑی دیر میں ایک شعلہ آتشیں آسمان سے آیا اور ہابیلؔ کی قربانی پر چھا گیا قربانی کی بکری راکھ کا ڈھیر بن گئی یہ حال دیکھ کر قابیلؔ کو بے حد غصہ آیا۔ آدم بولے اے قابیلؔ اب تو تم کو یقین آ گیا کہ پروردگار اقلیماؔ کی شادی ہابیلؔ کے ساتھ چاہتا ہے قابیلؔ اپنے جذبات کو چھپاتے ہوئے بولے "جی ہاں سمجھ گیا"۔

ہونے کو تو ہو گیا۔ لیکن قابیلؔ کے دل میں حسد کی آگ بری طرح جل اٹھی فیصلہ خداوندی کے سامنے اعتراض کی کیا مجال تھی۔ ناچار اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے مگر اقلیماؔ کے معاملہ میں شکست کا خیال انہیں ہر وقت ستاتا تھا۔

دنیا کا پہلا قتل

ایک دن میں نے سوچا کہ قابیلؔ کے دل میں حسد کی جو آگ جل رہی ہے کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ آدمؑ سے انتقام لینے کا یہ بہترین وقت ہے چنانچہ میں نے انسان کی سی صورت بنائی اور قابیلؔ کے

پاس پہنچا اول تو مجھے دیکھ کر بہت حیران ہوئے لیکن میں نے تھوڑی دیر میں ان کی حیرت دور کر دی اور کہا کہ میں تمہارا خاص ہمدرد ہوں اور تمہارے سب حالات جانتا ہوں مجھے معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ سخت ناانصافی کی گئی ہے۔ دراصل اقلیما پر تمہارا حق تھا مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ ایسا نہیں ہوا اور سب نے مل کر تمہیں نقصان پہنچایا ہے۔

قابیل نے پوچھا۔ "اے مردِ بزرگ کیا کوئی ایسی تدبیر ہے کہ میں اپنا حق حاصل کر سکوں" میں نے جواب دیا۔ ایسی تو کوئی ترکیب نہیں ہے۔ البتہ اگر تم اپنے رقیب ہابیل سے بدلہ لینا چاہو تو بہت آسانی سے لے سکتے ہو۔ درحقیقت تمہیں اپنے دشمن سے ضرور انتقام لینا چاہیئے۔

قابیل بولے :۔ میں تو کوئی ترکیب نہیں جانتا۔ کس طرح بدلہ لیتے ہیں ۔ میں نے فوراً ہی سنجیدگی سے جواب دیا کہ تم نادان ہو۔ یہ طریقے کس طرح سمجھ سکتے ہو۔ آؤ میں تمہیں بتاؤں۔ ہابیل اپنی بکریاں چرانے پہاڑ پر گیا ہے اس کا دستور یہ ہے کہ وہاں پہنچ کر تھوڑی دیر تو ادھر ادھر گھومتا ہے اور پھر پہاڑ پر کسی جگہ لیٹ کر سو جاتا ہے، تم اسکی تاک میں رہنا۔ جب ہابیل سو جائے تو اس پر بڑا پتھر دے مارنا۔

بلکہ آؤ۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔

قابیل میرے ساتھ ہو لئے۔ پہاڑ پر پہنچ کر ہم نے دیکھا کہ ہابیل غالباً سو رہا ہے۔ میں نے قابیل کو اشارہ کیا وہ چپکے سے آگے بڑھا اور میری ہدائت کے مطابق قریب سے ایک بڑا پتھر اٹھا کر ہابیل کی طرف لڑھکا دیا۔ ہابیل دوسرا سانس بھی نہ لے سکا اور لڑھکتا ہوا پہاڑ کی گھاٹیوں میں جا پڑا۔ اس کی روح قفسِ عنصری سے آزاد ہو چکی تھی۔ معاً میرے دل نے کہا۔ "یہ دنیا کا پہلا قتل ہے اور میری کامیابیوں کا اچھا شگون ہے۔" یہ سوچتا ہوا میں قابیل کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

قتل کرنے کے بعد قابیل نے سوچا کہ اگر یہ لاش اسی طرح پڑی رہی تو راز فاش ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کو کسی جگہ چھپا دینا چاہیئے۔ وہ اسی فکر میں تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ دو کوّے آپس میں لڑتے لڑتے زمین پر گرے ان میں سے ایک نے دوسرے کو ٹھونگیں مار مار کر ہلاک کر دیا اور اپنے پنجوں سے زمین کھود کر مردہ کوّے کو اس کے اندر دفن کر کے اوپر سے پھر وہی مٹی ڈال کر جگہ کو برابر کر دیا۔ چنانچہ قابیل نے بھی کوّے کی ترکیب پر عمل کیا اور زمین کھود کر ہابیل کا جسم دفن کر دیا۔

اگر آج میں یہ کہہ دوں کہ کوا انسان سے بہتر ہے اور اسکا استاد ہے تو ساری دنیا والے میرے پیچھے پڑ جائیں اور ہزاروں لاکھوں کوسنے دیں۔ مگر اتنا نادان نہیں ہوں کہ ناحق اپنی باتیں ظاہر بھی کر دوں اور پھر کوسنے بھی کھاؤں۔ اس کے علاوہ ویسے ہی کیا کم عزت افزائی ہوتی ہے جو اور بھی مصیبت مول لوں اس سے بہتر یہی ہے کہ میں اپنا خاموش مشن جاری رکھوں اور جب تک اولادِ آدم زندہ ہے اپنا کام کرتا رہوں۔ خیر یہ تو عمر بھر کا قصہ ہے چلتا ہی رہے گا۔ اسے چھوڑیئے۔ اور اصل مطلب پر آیئے۔

قابیل اپنے انتقام کی آگ کو ہابیل کے خون سے بجھا کر فرار ہو گئے اور سیدھے یمن پہنچے اور یہاں بھی وہی زراعت کا کام پھیلا دیا۔

مذہب آتش پرست اور اسکی وجہ تسمیہ

قابیل یمن میں نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے کاروبار میں مصروف تھے۔ ایک دن ایک زاہد کی صورت میں نیاز مند ان کے پاس پہنچا اور اپنا مطمئن تعارف کرانے کے بعد عرض کی۔ کہ جناب والا آپکو

معلوم نہیں کہ قابیل سے جو آپ نے قربانی کی شرط کی تھی اور ہابیل کی قربانی منظور ہو گئی تھی اس کا اصلی راز کیا ہے؟

قابیل نے حیرت سے پوچھا۔ کیا راز ہے۔ اے متقی بزرگ آپ ہی بتایئے۔ میں نے کہا۔ در اصل ہابیل آگ کی پرستش کرتا تھا جب کبھی اسے موقع ملتا تھا خفیہ طریقہ سے آگ پوجتا تھا۔ چنانچہ آگ کا دیوتا اس پر مہربان تھا اور ایسی حالت میں یہ کیونکر توقع ہو سکتی تھی کہ وہ قابیل کی قربانی منظور نہ کرتا۔ تم اسکے لئے غیر تھے۔ کیونکہ تم نے آج تک آگ کو سجدہ نہیں کیا۔ تم نے ناحق یہ شرط قبول کی۔ اگر تم ہابیل کے راز سے واقف ہوتے تو کبھی اس شرط کو منظور نہ کرتے میں جانتا ہوں قابیل! تم نہائت ہوشیار اور عقل مند ہو اور یہ بھی جانتا ہوں کہ بہت ہی نیک ہو۔ مگر افسوس ہے کہ اس نیکی نے تمہیں نقصان پہنچا دیا۔ اگر تمہارے والد ہابیل کی طرح تمہیں بھی آتش پرستی کا راز سکھا دیتے تو تمہیں نقصان نہ پہنچتا۔ در اصل آگ کا دیوتا ہی ہم سب کا مالک ہے وہ جس کو چاہے کامیابی دے اور جسے چاہے ناکام کر دے۔ دنیا کے بے شمار خزانے اس کے پاس ہیں اور وہ اپنے محبت کرنے والے پجاریوں کو مالا مال کرتا رہتا ہے قابیل! اگر تم چاہو تو دنیا میں اور آخرت میں نہائیت

اچھا رتبہ حاصل کر سکتے ہو۔

"وہ کیسے۔" قابیل نے جوشِ مسرت میں پوچھا :

میں نے کہا وہ اس طرح کہ تم بھی ہابیل کی طرح آگ کے دیوتا کو اپنا رہبر مان کر اس کی عبادت کیا کرو اور ہو سکے تو اپنی مختصر قوم میں بھی اس رواج کو پھیلادو تاکہ ہر شخص راحت کی زندگی بسر کرے۔ تم دیکھتے ہو کہ تمہارے والد کی اولاد بہت کافی پھیل چکی ہے۔ اگر تم اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہو تو سب کو اچھی طرح بتاؤ۔ تاکہ آئندہ کسی وقت ان میں سے کسی کو تکلیف نہ ہو اگر یہ سب غلط اور مَن دیکھے خدا کو چھوڑ کر آگ کے دیوتا کو سب کچھ مان لیں اور گذشتہ گناہوں کی اس کے سامنے توبہ کر لیں تو یقین ہے کہ وہ خوش ہو کر تم سب کو مالا مال کر دے گا اور تم سب کی زندگیاں خوش گوار ہو جائیں گی۔

مجھے خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ میرا یہ وار بھی کار گر پڑا۔ اور میاں قابیل کو اپنا مستقبل شان دار نظر آنے لگا۔ بیچارے نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ میرے مشورہ پر خود بھی عمل شروع کر دیا اور اپنے بھائی بندوں میں بھی آتش پرستی کا رواج پھیلا یا جو کسی نہ کسی صورت میں آج تک

قائم ہے اور میں کوشش کروں گا کہ قیامت تک رہے بلکہ امید ہے کہ اس کو بڑھانے میں بھی کامیاب ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مذہب اسلام نے میرے مشن کو ضرورت سے زیادہ نقصان پہنچا دیا ہے کوئی وجہ نہیں کہ میں بھی اپنی تمام قوتیں اسلام کو ختم کرنے میں صرف نہ کروں بعض دفعہ مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ میں زیادہ تر مسلمانوں کے پیچھے کیوں پڑا رہتا ہوں۔ مگر پوچھنے والے یہ نہیں سوچتے۔ کہ مجھے بھی تو اسلام نے ہی زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ میرا مشن پوری طرح قائم تھا۔ ہر حکومت میری حکومت تھی۔ زمین کے چپہ چپہ پر میں اور میری امت اپنا کام کر رہی تھی کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ تھی کہ شیطان ہے کیا بلا۔ سب اپنے اپنے کاموں میں مگن تھے اور میں بھی بڑی آسانی کے ساتھ اپنے مشن کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی دے رہا تھا۔

خدا جانے یہ اسلام کہاں سے آکودا۔ بیٹھے بٹھائے مجھے طرح طرح کی پریشانیوں میں پھنسا دیا۔ لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ شیطان سے بچو۔ شیطان سے پناہ مانگو۔ یہ کرو وہ کرو۔ دنیا جانتی ہے کہ اسلام کی ذرہ ذرہ تعلیم صرف اس لئے ہے کہ میرا مشن خراب کیا جائے۔ اسلام سے اگر کوئی پوچھے کہ تم کیوں آئے۔ تمہاری کیا ضرورت

تھی تو جواب دیتا ہے کہ میں دنیا کو سیدھا راستہ بتانے آیا ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسے صرف مجھ سے دشمنی ہے اور محض میری وجہ سے اسلام آیا۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسلام صرف اسی لئے آیا کہ اسے میرا مشن پسند نہ تھا۔ میری کامیابیاں اسے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھیں۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ میں کس طرح حکومت کر رہا ہوں اور دنیا والے کس طرح میرے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے ہیں آخر اس سے نہ رہا گیا حسد کے مارے آپے سے باہر ہو گیا اور میدان میں آکودا۔ اب کوئی اس سے یہ پوچھے کہ دوسروں کو رقابت اور حسد سے منع کرتا ہے لیکن خود ایسا کیوں کرتا۔؟

عقلِ سلیم رکھنے والے خوبی جانتے ہیں کہ اسلام نے زیادہ تر مجھے برا بھلا کہا۔ اپنے پیروؤں کو سمجھاتا ہے تو بھی بات بات پر میرا نام لیتا ہے کسی سے کوئی عبرت انگیز قصہ بیان کرتا ہے تب بھی قدم قدم پر میری مثال بیان کرتا ہے۔ آپ ہی بتائیے میں کب تک صبر کروں۔ مجبوراً میں نے بھی اپنے وقت کا بیشتر حصہ مسلمانوں پر صرف کرنا شروع کر دیا جب یہ مجھے ذرا ذرا سی بات میں بدنام کرتا ہے تو پھر میں کیوں چھوڑ دوں یہ اپنا کام کر رہا ہے میں اپنا کام کر رہا ہوں۔ نتیجہ جو کچھ ہو گا بعد میں

دیکھا جائے گا۔

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میں نے اپنی کوششوں سے آدم زاد کو بھٹکانے کے لئے آتش پرستی کا طریقہ ایجاد کیا۔ تاکہ یہ قوم اپنے صحیح راستہ سے بہک جائے اور خوب ٹھوکریں کھائے۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ آتش پرستی کے واقع کو انسانی مورخوں نے ایک دوسرے طریقہ سے مشہور کرنے کی کوشش کی ہے۔

ان کا خیال ہے کہ آتش پرستی کی ابتدا قابیل کے زمانے میں نہیں بلکہ نمرود کے زمانہ میں ہوئی۔ چنانچہ انسانی مورخین لکھتے ہیں کہ

> "جب نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا اور آگ نے بہ ہدایت خداوندی حضرت ابراہیمؑ کو محفوظ رکھا تو شیطان نے (یعنی میں نے) یہ مشہور کر دیا کہ چونکہ ابراہیمؑ خفیہ طور پر آگ کی پرستش کرتے تھے اس وجہ سے آگ نے انہیں نہیں جلایا۔ ان مورخین کا خیال ہے کہ میں نے یہ شہرت آتش پرستی کو کامیاب بنانے کے لئے دی تھی۔"

بعض مورخین اس سے بھی آگے بڑھ گئے۔ انہوں نے ایک یہ

بات پیدا کر دی ان کا خیال ہے کہ کسی زمانہ میں ایک بادشاہ تھا۔ اس کا نام تھا۔ گشتاسپ۔ اس کے زمانہ میں ایک شخص مسمی زردشت پیدا ہوا! اس نے ۲۶ سال کی عمر میں نبوت کا دعویٰ کر کے ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام "شوش" رکھا۔ اور ظاہر کیا کہ یہ آسمانی کتاب ہے۔ لوگ جوق در جوق اس کی طرف مائل ہونے لگے۔ اس کتاب آتش پرستی کو مذہب کی بنیاد قرار دیا تھا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو شوشی کہتے تھے۔ چنانچہ آج بھی مجوسی قوم میں زردشت کا نام بہت احترام سے لیا جاتا ہے۔

"زردشت کا نام بعض مورخین نے زرتشت لکھا ہے۔"

"شوشی کا لفظ غالباً زمانہ کے ساتھ بگڑتے بگڑتے مجوسی بن گیا ہے۔"

مذہب بت پرستی اور اس کی وجہ تسمیہ

مذہب آتش پرستی کی کامیاب ایجاد کے بعد مختلف اسکیموں پر عمل کرتا رہا۔ کئی معرکہ کی کامیابیاں میسر آئیں۔ جن میں سب سے

زیادہ مفید اور خاص کامیابی مجھے وہ ہوئی جو ادریس علیہ السلام کے زمانہ پیغمبری کے بعد میسر آئی اور جس کی یادگار آج تک قائم ہے۔

حضرت ادریس کے آسمان پر جانے اور وہاں سکونت اختیار کرنے سے پہلے دنیا میں انکا ایک بہت ہی گہرا دوست تھا جسے ادریس علیہ السلام سے بے حد محبت تھی اور اسی محبت کے ساتھ عقیدت کا جذبہ بھی حدِ کمال کو پہنچ چکا تھا اسکا خیال تھا ادریس کے پردہ میں خدا حلول رہا ہے اگر ایک آدھ گھنٹہ کے لئے بھی ادریس بھی کہیں ادھر ادھر ہو جاتے تھے تو وہ فراق کی شدت سے بے تاب ہو جاتا تھا باوجود حضرت ادریس کی نصیحتوں کے وہ ہمیشہ یہی کہتا تھا کہ میرے لئے تو سب کچھ ادریس ہیں اس جنون کی مثال اکثر آج کل بھی مل جاتی ہے اور بعض گمراہ مسلمان آج بھی یہ شعر پڑھتے نظر آتے ہیں۔ ..

اللہ کے پلہ میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ مجھے لینا ہے لے لونگا محمد سے

یہی کیفیت اس شخص کی تھی اور حضرت ادریس ؑ کی محبت میں خدا کو بھولے جا رہا تھا۔ اسی اثنا میں حضرت ادریس ؑ مستقل سکونت کے لئے یکایک آسمان پر جانا پڑا۔ تو وہ بیچارہ بے تاب ہو گیا اور اس کے چلے

جانے کے بعد دن رات آہ وزاری کے سوا اسکا کوئی کام نہ تھا۔

میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ایک سنجیدہ آدمی کی صورت بن کر اس شخص کے پاس پہنچا۔ اول تو اس سے سارا ماجرا سنا اور اس کے نہایت مدبرانہ انداز میں اس سے کہا۔ یہ بھی کوئی مشکل کام ہے جس کے لئے روتے ہو اگر تمہیں اپنے درد کا علاج ہی کرنا ہے تو میں بتادونگا اس شخص نے بڑی خوشامد کے ساتھ مجھ سے وہ ترکیب پوچھی۔

میں نے کہا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم ادریس ؑ کی زیارت ہی کرنا چاہتے ہو یا یہ بھی ضروری ہے کہ وہ پچکار پچکار کر تمہارے سر پر ہاتھ بھی پھیریں۔ اس نے کہا کہ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہر وقت انہیں دیکھتا رہوں چاہے وہ مجھ سے بات نہ کریں مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ البتہ انکی نورانی صورت ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہے۔ بس یہی میرے لئے سب کچھ ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتا۔ یہ سن کر میں نے کہا۔ اس کی تو ایک ترکیب ہو سکتی ہے۔

وہ کیا۔! اس شخص نے نہایت حیرت سے دریافت کیا۔

میں نے کہا اگر تم اجازت دو تو میں ادریس ؑ کی شکل سے بالکل مشابہ ایک شبیہ بنائے دیتا ہوں جس میں سرِ مو فرق نہ ہوگا۔ بالکل یہ

معلوم ہوگا جیسے ادریس ؑ بیٹھے ہیں۔ اس شبیہ کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنا۔ تمہارے قلب کو سکون رہے گا۔ بلکہ اگر تمہارا عقیدہ کامل ہوگا تو اس شبیہ میں دوبارہ حضرت ادریس ؑ آجائیں گے اور تم سے ہر وقت باتیں کیا کریں گے۔

فراق کا مارا ہوا دوست اپنے محبوب کی زیارت کے شوق میں ہر قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اس نے کہا اے اجنبی! میں تمہارا بہت ممنون ہونگا اگر تم میرا یہ کام کردو گے۔

اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں۔ میں نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ پتھر کی ایک ایسی شبیہ تیار کر دی۔ جس پر پوری طرح حضرت ادریس ؑ کا دھوکا ہوتا تھا جس وقت وہ شبیہ جسمانی (حضرت ادریس ؑ کے دوست) نے دیکھی تو پھڑک اٹھا اور بے تابانہ کھڑے ہو کر اسے چومنے لگا۔ کبھی آنکھوں سے لگایا، کبھی اپنی پیشانی اس کے پیروں پر رکھ دی۔ بڑی دیر تک اسکا جوشِ محبت کام کرتا رہا۔ ادھر میری تدبیر اپنا کام کر رہی تھی۔ ادھر بت پرستی کی ابتدا اپنی حسین پیدائش پر الگ کھڑی مسکرا رہی تھی۔ یکایک دونوں قریب ہو گئیں۔ اس کے بعد ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئیں اور دیکھتے دیکھتے بت پرستی کی ابتدا کرنے

والے سب سے پہلے بت پرست کے وجود میں اندھی عقیدت کا جوش بن کر سما گئیں یہ میرا وہ شاندار کارنامہ تھا جو بت پرستی کی صورت میں آج تک موجود ہے۔

بت پرستی کا رواج

جب تک حضرت ادریسؑ کے دوست جسمان زندہ رہے۔ اسی بت کی پرستش کرتے رہے۔ لیکن عام طور سے بت پرستی کی رسم رائج نہیں ہوئی تھی۔ جسمان کے انتقال کے بعد جب انکا اثاثہ وارثوں نے تقسیم کیا تو اس میں ایک بت بھی پس ماندگان کو ملا۔ ہر شخص پتھر کی یہ شبیہ دیکھ کر حیرت میں رہ گیا۔ مگر کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ عین اسی وقت پر جب کہ وہ سب لوگ اس شبیہ کے متعلق اپنی اپنی حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔ میں ایک مقدس صورت میں اس گروہ کے پاس گیا اور بزرگانہ انداز میں ایک نہایت ہی بلیغ اور نتیجہ خیز تقریر کر کے بت پرستی کے مستقبل کو نہایت شاندار بنا دیا۔

میں نے کہا کہ یہ بت دراصل حضرت ادریسؑ کی ملکیت ہے اور

اس میں بہت بڑا راز ہے۔ میں اس کے متعلق سب کچھ اسلئے جانتا ہوں کہ ادریسؑ میرے بہت گہرے دوست تھے اور ان کے تمام رازہائے پیغمبری سے میں واقف ہوں۔ دراصل انکی کامیابی کا راز ہی یہ بت ہے وہ اس کی عبادت کرتے تھے اور جو کچھ چاہتے تھے۔ اس بت کے ذریعہ کرا لیتے تھے یہ بت انکی ریاضت سے بہت خوش تھا اور ان کا ہر کام پورا کر دیا کرتا تھا۔ چونکہ ادریسؑ کو ذاتی وجاہت اور عظمت محض اسی بت کے ذریعہ میسر آئی تھی اس واسطے انہوں نے یہ بات اپنی قوم سے چھپائے رکھی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے اگر قوم پر یہ راز فاش ہو گیا تو پھر ہر گھر میں اسی قسم کا بت تیار ہو جائے گا۔ اور لوگ میرے محتاج نہ رہیں گے جو کچھ چاہیں گے۔ گھر بیٹھے اس بت سے کرا لیا کریں گے اس واسطے انہوں نے پوری احتیاط کے ساتھ اس کی عبادت کی اور قوم کی نظروں سے اوجھل رکھا۔ اب اتفاقیہ انہیں آسمان پر جانا پڑا تو وہ اپنے رازدار دوست جسمانؔ کو یہ بت دے گئے تھے اور ہدایت کر گئے تھے کہ کسی کو اس بھید کا پتہ نہ چلے۔ مگر افسوس ہے کہ جسمانؔ کی موت نے یہ راز فاش کر دیا ورنہ سوائے ہم تینوں آدمیوں کے اور کسی کو اس اہم راز کی خبر نہ تھی۔

مجھے افسوس ہے کہ میں نے ادریسؑ کی اجازت لئے بغیر آپ

بھائیوں سے یہ بات بیان کر دی۔ در اصل اگر مجھے اس بت کی توہین اور تحقیر کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اب بھی اسے راز ہی رکھتا۔ لیکن مجھے یہ اندیشہ تھا کہ آپ لوگ لاعلمی میں اس بت کو پتھر کی بے کار مورت سمجھ کر پھینک دیں گے۔ آہ۔ اگر ایسا ہو جاتا تو کون جان سکتا ہے کہ یہ مقدس بت ہماری قوم پر کیسی تباہی بھیج دیتا۔ کیونکہ کوئی معبود اپنی توہین اور تذلیل گوارا نہیں کر سکتا۔

در اصل ہم لوگ اندھے ہیں اور کچھ نہیں جانتے۔ ورنہ نیک لوگوں کی مقدس مورتیاں ہمارے لئے سب کچھ بن سکتی ہیں۔ اب آپ لوگ غور کیجئے کہ بظاہر اس بت کی صورت حضرت ادریسؑ کی سی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہماری دین اور دنیا اس کے ہاتھ میں ہے یہ جس سے خوش ہو جائے بس اسے نہال کر دیتا ہے اور جس سے خفا ہو جائے اسے کسی گھر کا نہیں چھوڑتا۔

ادریسؑ ہی کو دیکھو وہ کتنی باعزت زندگی بسر کرتے تھے۔ خیر اب راز فاش ہو چکا ہے یہ خاص چیز کسی کی ملکیت نہیں رہ سکتی۔ اس لئے مجھے باقی باتیں بھی بتا دینی چاہئیں۔ امید ہے ہم سب ان سے معقول فائدہ اٹھا سکیں گے۔ حضرت ادریسؑ کے جانے کے بعد ہمیں ضرورت

ہے کہ ہم کسی کے محتاج نہ رہیں۔ اگر ہم لوگ اسی قسم کے بت اپنے اپنے گھروں میں رکھیں اور ان کی عبادت کر کے انھیں خوش کرتے رہیں تو ہم سب بغیر کسی امداد کے خوش و خرم رہ سکتے ہیں ہماری ہر ضرورت پوری ہو سکتی ہے یہ بت ہماری ہر طرح امداد کریں گے اور ہم سب بغیر کسی امداد کے من مانی ترقیاں کر لیں گے۔

میری تقریر نے وہی اثر کیا جس کی مجھے توقع تھی پھر انھوں نے عہد کیا کہ اپنے ہاں ایسی ہی شبیہ رکھیں گے اور کسی کے محتاج رہنا پسند نہ کریں گے ان واقعات کے تھوڑے ہی عرصے بعد ایک بت تھا روزانہ اسی کی پوجا ہوا کرتی تھی۔

حضرت ادریسؑ کے زمانہ میں پانچ ایسی مقدس ہستیاں بھی تھیں جن کی زاہدانہ زندگی دوسروں کے لئے مثال بن رہی تھی۔ چنانچہ دستور کے مطابق جب ان میں سے کوئی مرتا تھا تو اسی کے نام پر ایک بت تیار ہو جاتا تھا اور اس بت کا نام بھی وہی رکھ دیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت ادریسؑ کی قوم میں رفتہ رفتہ یہی پانچ بت زیادہ مقبول ہوئے جن کے نام وَدّ، سواعؔ، یغوثؔ، یعوقؔ اور نسرؔ تھے ان ہی پانچ بتوں پر اس زمانہ کی "مفاد ساز" شریعت قائم تھی قوم کے بچے بچے کا ان ہی پانچ

خداوں پر ایمان تھا۔ قال اللہ تعالیٰ وقار لا تذرن الہتکم ولا تذرن وداولا سواعاو ولا یغوث ویعوق ونسوا۔

جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان آیا اور تمام دنیا غرق ہو گئی تو یہ سب بت بھی ختم ہو گئے تھے۔ لیکن طوفان کے بعد جب دنیا از سر نو مرتب ہوئی تو خدا نے اپنا کام کیا اور نیاز مند نے سب سے پہلے پانچ بت مہیا کر کے انھیں ناموں سے مشہور کر دیا اور ہر بت کے ساتھ ایک خود ساختہ مقدس تاریخ بھی منسوب کر دی۔ چنانچہ اس طرح بت پرستی بدستور قائم رہی۔ اگر طوفان نوح کے بعد میں غفلت کرتا تو یقیناً بت پرستی کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ مگر وہ تو وقت پر سوجھ گئی اور میں نے اپنے شاندار کارنامے کو بے نام و نشان ہونے سے بچا لیا۔

طوفان کے بعد اتفاق سے پانچ قبیلوں کو زیادہ عروج حاصل ہوا چنانچہ میں نے حالات پر غور کرنے کے بعد قبیلہ بنی کلب کو وذ ویت سونپا اور بت سواع کو قبیلہ ہذیل کے سپرد کیا۔ اور مذحج قبیلہ کو یغوث دیا اور یعوق بت کو قطامہ قبیلہ کے حوالہ کیا اور نسر کو قبیلہ حمیر کے حصہ میں دے دیا اور اس طرح بت پرستی کی ایک ایسی مضبوط بنیاد رکھ دی ہے جس پر آج تک کفر والحاد کے بڑے بڑے محل تیار ہو رہے ہیں اور ہوتے

رہیں گے۔

میری زندگی کے کارنامے

اگر میں اپنی زندگی کی ابتداء سے آج تک کے کارنامے اختصار کے ساتھ بھی بیان کروں تو لاکھوں برسوں کا زمانہ چاہیئے۔ اور اگر لکھنے بیٹھوں تو قیامت تک لکھتا ہی رہوں۔ اور اگر کوئی ان سب کو ایک جگہ چھاپنے کا ارادہ کرے تو اس کتاب کی لاگت کا اندازہ اس دولت سے کہیں زیادہ ہو جائے جو آج دنیا والوں کے قبضہ میں ہے۔ اس واسطے میں اس طوالت کو چھوڑ کر صرف اہم واقعات کو بہت ہی اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔ ورنہ وہ سب مل کر بھی کروڑوں صفحوں کی کتاب بن جائے گی۔ اس واسطے امید ہے کہ پڑھنے والے مجھے اس اختصار کے لئے معذور سمجھ کر معاف کریں گے۔ البتہ اگر کوئی مائی کا لال ایسا ہو جو میری لکھی ہوئی پوری کتاب کو شائع کرنے کا انتظام کر دے تو میں اس کے لئے تیار ہوں فی الحال چند واقعات اختصار کے ساتھ پیش کئے دیتا ہوں۔

طوفانِ نوح

سب سے پہلے تو میں اس غلط فہمی کو دور کرتا ہوں جو بعض لوگوں کو طوفان نوح کے سلسلہ میں میرے متعلق پیدا ہو گئی۔ اس کا مجھے اعتراف ہے کہ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں میرا مشن ضرورت سے زیادہ کامیاب ہو گیا تھا اور حضرت نوحؑ کی شریعت پر میرے قوانین غالب آگئے تھے۔ اور اس کا بھی مجھے اعتراف ہے کہ طوفان آیا ہی اس لئے کہ میرا مشن بہت ترقی کر گیا تھا اور لوگ خدا کے مذہب کو چھوڑ کر میرے مشن کیطرف زیادہ رجوع ہو گئے تھے۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جب سوائے کشتی نوح کے سب کچھ غرق کر دیا گیا تھا تو شیطان کیسے بچ گیا تھا۔ وہ بھی اس کے ساتھ فنا ہو جانا چاہئے تھا لیکن اعتراض کرنے والوں کو یہ خیال نہیں رہا کہ وعد اللہ حقا اللہ کا وعدہ سچ ہوتا ہے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ یوم الوقت المعلوم تک مجھے فنا نہ کیا جائے گا۔ اس واسطے کوئی نہ کوئی سبیل میرے بچانے کی ضرور کی ہو گی۔ رہا یہ اعتراض کہ کشتی نوح کے علاوہ سب کچھ غارت کر دیا گیا تھا۔ اور کشتی میں جو کچھ محفوظ رکھا گیا وہ اللہ اور ان کے پیغمبر

حضرت نوحؑ نے کشتی میں سوار کر لیا۔

میں مانتا ہوں کہ کوئی پیغمبر مجھے زندہ رکھنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک خاص واقعہ جو میرے محفوظ رہنے کا باعث ہوا۔ اسے سننے کے بعد امید ہے کہ معترضین اپنا اعتراض اعتراف میں تبدیل کر لیں گے۔

بات یہ تھی کہ جب طوفان آیا اور ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا تو حضرت نوحؑ نے بحکم خداوندی ایک کشتی تیار کی اور اس پر خدا کی بتائی ہوئی تمام چیزیں رکھ لیں حضرت نوح کو اپنا دراز گوش (گدھا) بہت عزیز تھا وہ اسے ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ میں جانتا تھا کہ نوحؑ اس دراز گوش کو غرقاب نہ ہونے دیں گے اور کسی نہ کسی طرح ضرور اسے بھی کشتی میں سوار کر لیں گے۔ اس واسطے میں نے بھی اپنے لئے ایک خاص ترکیب ڈھونڈ نکالی۔ کیونکہ بڑی مشکل یہ تھی کہ اس کشتی میں حضرت نوحؑ کی اجازت کے بغیر کوئی سوار نہ ہو سکتا تھا۔ یا جسے وہ حکم دیتے تھے وہ سوار ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ ظاہر ہے کہ مجھے وہ کیسے اجازت دے دیتے۔ اس واسطے جب آخر میں ان کا دراز گوش کشتی پر چڑھنے لگا۔ تو میں نے چپکے سے جا کر اس کی پچھلی ٹانگیں پکڑ لیں۔ وہ بے

چارہ اگلی دونوں ٹانگیں کشتی پر رکھ چکا تھا۔ اب دیکھنے والے صرف یہ دیکھ رہے تھے کہ دراز گوش بار بار کشتی پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن اس کی پچھلی ٹانگیں نہیں اٹھتیں۔ حضرت نوحؑ نے اول تو اسے بہت للکارا۔ بہت ناراض ہوئے۔ بار بار اسے کہتے تھے کہ "چڑھ کیوں نہیں آتا۔" مگر بے چارہ دراز گوش کیا جواب دے سکتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت نوحؑ کو غصہ آگیا اور انہوں نے جھنجھلا کر کہا "ادخل وان کان معک الشیطان"۔ جس کا مطلب تھا کہ اگر تیرے ساتھ شیطان بھی ہو تو پرواہ نہ کر کشتی میں بیٹھ جا۔ یہ فقرہ سنتے ہی دراز گوش نے ایک جست کی اور کشتی میں سوار ہو گیا۔ کیونکہ اب کی مرتبہ میں نے اسے ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ ڈھیلا چھوڑنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت نوحؑ نے نادانستہ طور پر مجھے بھی کشتی میں سوار ہونے کی اجازت دے دی تھی چنانچہ نامعلوم طور پر میں کشتی میں ایک طرف بیٹھ گیا۔ جب کشتی کے روانہ ہونے کا وقت آیا اور نوحؑ نے اپنی کشتی کا جائزہ لیا تو نیاز مند بھی ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت نوحؑ کو غصہ آگیا۔ فرمانے لگے۔ تو یہاں کیوں آیا۔ جب اس کشتی میں میری اجازت کے بغیر کوئی سوار ہی نہیں ہو سکتا۔ میں نے نہایت لاپرواہی کا چہرہ بنا کر

عرض کی۔ جناب والا۔ آپ پیغمبر ہیں جھوٹ بولنے کی کوشش نہ کیجئے یہ نیاز مند آپ کی اجازت سے حاضر ہوا ہے اور انشاء اللہ مرتے دم تک آپکے ساتھ ہی رہے گا۔

حضرت نوحؑ کو اور بھی غصہ آیا۔ فرمانے لگے۔۔ میں نے تجھے کب اجازت دی۔۔۔؟

میں نے سنجیدہ لہجہ میں کہا "ادخل وان کانَ معکَ الشیطان"۔۔ کیوں یاد آگئے آپ کو بھی۔۔؟ اب فرمایئے۔ میں آپ کی اجازت سے آیا ہوں یا نہیں۔ اجی حضرت یہ نیاز مند تو آپ جیسے بزرگوں کا ضرورت سے زیادہ احترام کرتا ہے۔ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو میری کیا مجال تھی کہ آپ کی کشتی میں سوار ہو جاتا۔ آپ نے اپنے دراز گوش سے کہا تھا کہ کشتی میں داخل ہو جا۔ خواہ تیرے ساتھ شیطان ہی کیوں نہ ہو میں مانتا ہوں کہ آپ نے یہ فقرہ غصہ میں ادا کیا تھا۔ لیکن جناب مجھے یہ بتا دیجئے کہ جو حکم غصہ میں دیا جائے کیا وہ حکم قابلِ عمل نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ میں نے یا آپ کے دراز گوش نے کوئی گناہ نہیں کیا میں اس کے پچھلے پیر پکڑے ہوئے تھا۔ جب آپ کا یہ حکم سنا تو اس کے ساتھ مَیں بھی کشتی میں سوار ہو گیا۔

حضرت نوحؑ کو میری تقریر سے غصہ آگیا۔ فرمانے لگے۔ نکل یہاں سے مردود! میں نے ذرا مسکرا کر کہا۔ جناب اب یہ کام آپ کے بس کا نہیں ہے۔ اب تو آپ مجھے یہیں بیٹھا رہنے دیجئے۔ مگر حضرت نوحؑ نہ مانے اور مجھے زبردستی کشتی سے اتارنے لگے کہ فوراً ہی وحی نازل ہوئی۔۔۔

"اے نوح! اس کو کشتی سے نہ نکالو۔ کیونکہ اس معاملہ میں ہماری بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں جن کو تم نہیں جانتے۔"

یہ سن کر حضرت نوحؑ دم خود رہ گئے اور کشتی ہم سب کو لئے ہوئے پانی پر تیرنے لگی۔ اس طرح بہت دن بیت گئے۔

اللہ میاں مجھے معاف کرنا چاہتے تھے

ایک روز حضرت نوح نے کہا۔ اے ابلیس: تو کتنا بیوقوف ہے اپنے ہاتھوں تباہ ہو کر بھی تجھے عقل نہیں آئی کم بخت اگر تو چاہتا تو آج بڑے درجوں پر ہوتا۔ بھلا تجھے اپنے پروردگار کی نافرمانی سے کیا ملا۔؟

میں نے کہا۔ جناب جو کچھ ہو چکا ہے اسکا تذکرہ ہی بے کار ہے البتہ اگر کوئی صورت ہو کہ میں دوبارہ پھر وہی عظمت حاصل کر سکوں تو وہ بتائیے تاکہ میں اس پر عمل کروں۔ یہ سن کر حضرت نوحؑ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور الرحیم ہے تو اپنے گناہوں کی سچے دل سے معافی مانگ اور آئندہ کے لئے توبہ کر۔ کیا عجب وہ اپنی کریمی کے صدقے میں تیری خطائیں معاف کردے۔

میں نے جواب دیا۔ اے نوح! میں جانتا ہوں کہ میری توبہ بارگاہِ خداوندی سے ٹھکرا دی جائیگی۔ کیونکہ میں نے گناہوں کی انتہا کر دی ہے ہاں ایک صورت سے مجھے معافی مل سکتی ہے اگر آپ میری سفارش کردیں تو عجب نہیں پروردگار میرے گناہ معاف کردے۔

یہ سن کر نوحؑ نے کہا اچھا میں بھی تیرے لئے دعا کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے بڑے خلوص کے ساتھ میری سفارش کی۔ حکم ہوا کہ

"اے نوح! تمہاری کشتی میں آدم کا تابوت رکھا ہے۔ اگر ابلیس تلافی کے لئے اب بھی اس تابوت کو سجدہ کرلے تو ہم اسکا پہلا گناہ معاف کردیں گے"۔

حضرت نوحؑ اس وحی سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ اگر تو اس تابوت کو سجدہ کرے تو پروردگار تیرے گناہ معاف کر دے گا۔

میں نے یہ سن کر جواب دیا۔ اے نوحؑ تم بھی کیسی باتیں کرتے ہو جس نے زندہ آدمؑ کو (جو اللہ کا خلیفہ اور مقرب تھا) جب اس وقت سجدہ نہیں کیا تو آج اس خاک کے ڈھیر کو کیا سجدہ کرے گا۔

حضرت نوحؑ نے بہتیرا سمجھایا مگر میں نے ایک نہ مانی اور مانتا بھی کیسے ذرا آپ ہی فیصلہ کیجئے۔ جو شخص آدم کی زندگی اور ان کے تقرب کو دیکھ کر بھی سجدہ کرنے کا روادار نہ ہوا۔ وہ ایک بے جان خاک کے ڈھیر کے سامنے کیوں کر جھک سکتا ہے۔ چنانچہ میرا جواب سن کر حضرت نوحؑ مایوس ہو گئے۔ اور میں نے بھی اس بحث کو طول دینا مناسب نہ سمجھا اور خاموش ہو گیا۔ مگر اس واقعہ سے آپ نے یہ اندازہ کر لیا ہو گا کہ اللہ میاں مجھے معاف کرنا چاہتے تھے۔

میرے مشہور کارناموں کی تفصیل

یہ پہلے لکھ چکا ہوں کہ اگر اپنی زندگی کے تمام واقعات کو تفصیل کے ساتھ لکھوں تو دفتر کا دفتر بن جائے گا۔ اور پھر اس کا شائع ہونا ناممکن ہو جائے گا۔ اس واسطے اپنی زندگی کی ابتدا سے آج تک کے مشہور کارناموں کی مختصر فہرست لکھ دینا ہی مناسب سمجھتا ہوں۔ امید ہے کہ اسی سے بہت کچھ نتیجہ اخذ کر لیا جائے گا۔

یہ تو بتا چکا ہوں کہ جنت سے حضرت آدمؑ اور حوا وغیرہ کو خارج کرانے میں میرا ہاتھ تھا۔

یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ حضرت آدم کے بیٹے ہابیل کو ان کے سگے بھائی سے قتل کرا دیا اور یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ حضرت ادریسؑ کی امت کو بت پرستی سکھانے اور ان سے پہلے قابیل کے زمانہ میں آتش پرستی کی ایجاد کرنے والا بھی میں ہی ہوں۔

حضرت نوحؑ کی قوم کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ نوحؑ کو خوب ستائیں اور اس کا انجام نوحؑ کی پریشانی اور تمام عالم کی غرقابی ہوا۔

قوم عاد و ثمود کو حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کی بد دعا کے

پردے میں غارت کرایا۔ نمرود کو حضرت ابراہیمؑ کے خلاف بھڑکا کر انھیں آگ میں زندہ ڈالنے کا مشورہ دیا۔ حضرت لوطؑ کی امت کو خلافِ فطرت افعال میں پھنسا کر تباہی کے غار میں پہنچا دیا۔ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے دل میں وسوسہ قتل ڈالا۔ حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کو آپس میں متفق کر کے یوسفؑ کے خلاف بھڑکایا اور انھیں ایذا دلوائی۔ حضرت ایوبؑ کو امتحانِ خداوندی کے سلسلے میں خوب رسوا کیا۔ فرعون کو مجبور کر کے خدائی کا دعویٰ کرایا اور اسے ابھارا کہ وہ حضرت موسیٰؑ سے مقابلہ کرے اور اس کے بعد فرعون کو فوجوں سمیت دریا میں غرق کرایا۔ ہارونؑ کے زمانہ میں سامری کی معرفت گوسالہ پرستی کرائی اور یہ دیکھ دیکھ کر ہارونؑ کلپتے رہے شداد سے خدائی کا دعویٰ کرا کے ایک جنت بنوائی اور پھر مایوس کرا کے جہنم واصل کرایا۔ قارون کو دولت کی محبت میں پھنسا کر تباہ کیا۔ سلیمانؑ کو انگوٹھی کا چکمہ دے کر فتنہ جنہ میں پھنسا دیا۔ یونسؑ کو مچھلی کے حوالے کیا زکریاؑ کو مریم سے زنا کا الزام لگا کر آرہ سے دو ٹکڑے کرائے یحییٰؑ کو ایک گناہگار عورت کے معاملہ میں بے گناہ قتل کرایا۔ عیسیٰؑ کو ان کی قوم کے ہاتھوں سخت ایذا پہنچائی۔ ان پر طرح طرح کی تہمتیں لگائیں اور مجبور کر کے آسمان پر بھجوا لیا۔ تاکہ ہدایت خلق

سے باز رہ سکیں۔ حضرت محمد ﷺ کے خلاف قریش مکہ کو ابھار اور آخر کار انھیں ہجرت کرنا پڑی۔ خلفائے راشدین کو شربتِ شہادت کا مزہ چکھوایا۔ یزید کو اہلِ بیت نبویؐ کے قتل پر آمادہ کر کے اپنے جی کی پیاس بجھائی اس کے علاوہ ہزارہا مقتدر بادشاہوں کے ہاتھوں لاکھوں کروڑوں بندگانِ خدا کو خون بہایا۔ بے شمار متقی اور پرہیزگاروں کو گناہ کی طرف مائل کر کے ان کی ریاضتیں ختم کرائیں۔ مسلمان بادشاہوں نے مسلمان پیغمبروں کے خلاف اور مسلمانوں سے ہندو اتاروں کے خلاف زہر اگلوائے اور کشت و خون کرایا۔ کبھی تعصب کا بھوت بن کر غیر مسلموں میں پہنچا تو "کبھی اسلام خطرے میں ہے" کی مجسم صورت بن کر مسلمانوں کے تصور میں جا سمایا۔ اور اپنا مطلب حاصل کیا کسی کے دماغ میں دعویٰ پیغمبری کا خبط پیدا کیا تو کسی کے خیال میں مہدی آخرالزماں کی اسکیم لے کر پہنچا۔ غرض کہاں تک عرض کروں کہ میں اور میری ذریات جس خلوص کے ساتھ اپنا مشن چلا رہے ہیں۔ اگر اس کا عشر عشیر بھی انسان کے قبضہ میں پہنچ جاتا تو پارس ہو جاتا۔

مسلمانوں کے ۷۲ فرقے اور ان کی تفصیل

شیعہ 'سنی' وہابی' غیر وہابی' مقلد غیر مقلد کا جھگڑا ابھی نیاز مند کے مقدس ہاتھوں سے تیار ہوا ہے۔ ایک وقت تھا کہ مسلمان سب ایک تھے ان کا مذہب 'اعتقاد سب کچھ یکساں تھا کسی کے عقیدے میں کوئی فرق نہ تھا لیکن جب مابدولت نے اس طرف توجہ فرمائی تو بہت سے مسلمان جو کبھی اہلِ سنت والجماعت کہلاتے تھے۔ اِدھر اُدھر بھٹکا دیئے۔ شیعہ' سنی کی تفریق اور ان کے معقول اسباب ذہن نشین کرائے۔ وہابی اور غیر وہابی کی بحث کو مضبوط بنایا اور جب اس پر بھی میرے دل کی پیاس نہ بجھی تو بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو جمع کر کے مختلف قسم کے نئے عقیدے ایجاد کیے اور انھیں شہرت دی۔ چنانچہ اہلِ سنت والجماعت میں سے کھینچ کھینچ کر لوگوں کو اپنے مشن کی طرف بلایا اور جب کافی تعداد ہو گئی تو ان کو بھی چھ فرقوں میں تقسیم کر دیا تاکہ یک جہتی اور اتفاق سے میرے مشن کو ٹھیس نہ پہنچ سکے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ یہ تقسیم بھی زیادہ کارگر نہیں رہی تو میں نے ان ہی چھ فرقوں کو بہتر فرقوں کی شکل میں تبدیل کر دیا۔

پہلے تو صرف ایک فرقہ تھا یعنی اہلِ سنت والجماعت گو اس میں بھی شیعہ، سنی اور وہابی وغیرہ۔ قادیانی' غیر قدیانی کی بحث چھڑ گئی۔ لیکن میں نے سوچا ان لوگوں کو اپنی جگہ لڑنے دو اور ان کے علاوہ ایک نئی جماعت کھڑی کر لو ممکن ہے کسی وقت مسلمان سر ابھاریں تو یہ بہتر فرقیان کا مقابلہ کر سکیں۔ چنانچہ حسبِ ذیل عقائد اور بھی ہیں جن کو عام طور پر قصداً شہرت نہیں دی گئی۔

(۱) فرقہ جبریہ (۲) فرقہ قدریہ (۳) فرقہ جہمیہ
(۴) فرقہ مرجیہ (۵) فرقہ خارجیہ (۶) فرقہ رافضیہ

اور ان ۶ فرقوں کو بھی ۷۲ فرقوں میں تقسیم کر دیا گیا چنانچہ ہر فرقہ کے بارہ بارہ ٹکڑے ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

فرقہ جبریہ اور اس کی بارہ شاخیں

فرقہ جبریہ شروع میں ایک ہی تھا لیکن دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اس کے بارہ ٹکڑے ہو گئے۔ جن کے الگ الگ نام ہیں اور الگ الگ عقیدہ:

مضطریہ : انکا عقیدہ یہ ہے کہ نیکی اور بدی سب خدا کیطرف سے ہوتی ہیں بندہ کا ذاتی طور پر کچھ اختیار نہیں ہے۔

افعالیہ : ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ بندہ فاعل ضرور ہے لیکن اس میں یہ طاقت نہیں کہ کچھ کر سکے۔

معیہ : انکا ایمان یہ ہے کہ خدا کی طاقت دیئے بغیر بندہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

تارکیہ : اس عقیدہ کے لوگوں کا ایمان یہ ہے کہ انسان پر سوائے ایمان کے اور کوئی چیز فرض نہیں ہے۔

بخثیہ : ان کا مذہب یہ ہے کہ بندہ اپنے مقدر کا کھاتا ہے اس لئے کسی کو کچھ نہ دینا چاہیے۔

متمیہ : ان لوگوں کا ایمان ہے کہ وہ چیز نیکی سمجھی جانی چاہیئے جس سے نفس کی تسلی ہو۔

کتائیہ : انکا خیال یہ ہے کہ عمل کی کمی یا زیادتی پر عذاب وثواب کا دارومدار ہے۔

حبیبہ : ان لوگوں کا اس بات پر یقین ہے کہ کوئی دوست اپنے دوست کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔

فکریہ : اس عقیدہ کے لوگوں کا خیال یہ ہے کہ عبادت الٰہی سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ انسان خدا کو پہچاننے کی کوشش کرے۔

خوفیہ : انکا مذہب یہ ہے کہ وہ دوست ہی نہیں جو اپنے دوست کو عذاب کی سختیوں سے ڈرائے۔

شیبہ : ان لوگوں کو اس بات پر یقین ہے کہ دنیا میں قسمت کوئی چیز نہیں ہے۔ ہر بات من جانب اللہ ہوتی ہے۔

تجبیہ : یہ سمجھتے ہیں کہ ہر بات اللہ کرتا ہے۔ بندہ کسی حال میں بھی اپنے افعال کا ذمہ دار نہیں ہے۔

فرقہ قدریہ اور اس کی بارہ شاخیں

یہ فرقہ بھی شروع میں ایک ہی تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کے بھی بارہ ٹکڑے ہو گئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

احدیہ : ان لوگوں کے نزدیک فرض فرض ہے لیکن سنت پر عمل کرنا یا اسے اچھا سمجھنا ضروری نہیں۔

ثنویہ : انکا خیال ہے کہ بندہ خدا کے اشارہ سے نیکی کرتا ہے اور شیطان کے اشارہ پر بدی کرتا ہے۔

کیانیہ : یہ لوگ کہتے ہیں کی افعال خود ہمارے پیدا کردہ ہوتے ہیں۔ اس میں خدا کا کوئی دخل نہیں۔

شیطانیہ : ان لوگوں کا خیال ہے کہ شیطان کا دنیا میں وجود ہی نہیں ہے یہ قصہ فرضی ہے۔

شریکیہ : ان کا مذہب یہ ہے کہ ایمان کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بندہ میں یہ شروع ہی سے ہو۔

وہمیہ : ان کو یقین ہے اس بات کا کہ ہم خواہ کوئی برا کام کریں اس کی سزا نہیں ملے گی۔

رویدیہ : ان لوگوں کا قیامت پر ایمان نہیں ہے۔ ان کا خیال ہے دنیا ہمیشہ رہیگی۔

ناکسیہ : انکا خیال ہے کہ اگر امامِ وقت کوئی غلطی کرے تو اس کو امامت سے خارج کردینا ضروری ہے۔

متبریہ : ان لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ گناہگار خواہ کتنی ہی توبہ کرے قبول نہیں ہو سکتی۔

قاسطیہ : انکا مذہب یہ ہے کہ علم اور عبادت اور عقل کا حاصل کرنا ہر لحاظ سے انسانی فرض ہے۔

انظامیہ : ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ خدا کی ایک صورت ہے۔ اور اسے مجسم کہا جا سکتا ہے۔

متولفیہ : ان کا کہنا یہ ہے کہ خیر اور شر کی بحث میں انسان کا پڑنا ہی بیکار ہے کیونکہ ان چیزوں کا کوئی وجود نہیں۔

فرقہ جہمیہ اور اس کی بارہ شاخیں

اس فرقہ کا مذہب یہ کہ ایمان قلب کے اقرار سے مکمل ہوتا ہے۔ عذابِ قبر، سوال نکیرین۔ حوضِ کوثر اور ملک الموت کے منکر ہیں۔

موسیٰؑ کی اس گفتگو کے منکر ہیں جو خدائے تعالےٰ سے کوہ طور پر ہوئی
اب اس فرقہ میں بھی بارہ ٹکڑے ہو گئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

معطلیہ : یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے تمام نام اور اس کی تمام صفات انسان کے تخیلات کا نتیجہ ہے۔

مستر ابصیہ : انکا خیال یہ ہے۔ کہ (نعوذ باللہ) خدا کوئی چیز نہیں۔ سب کچھ انسان کے تخیلات کا نتیجہ ہے۔

متراقبیہ : یہ لوگ اللہ تعالےٰ کو لا مکان اور ہر جگہ نہیں مانتے بلکہ اس کی ایک قیام گاہ تسلیم کرتے ہیں۔

واردیہ : یہ کہتے ہیں جو دوزخ میں جائے گا۔ مستقل وہیں رہیگا اور مومن کسی وقت دوزخ میں نہ جائے گا۔

حرقیہ : ان کا خیال ہے کہ دوزخ میں جانے والے جل کر راکھ ہو جائیں گے اور نام ونشان ہی مٹ جائے گا۔

مخلوقیہ : ان کو یقین ہے کہ قرآن مجید ' توریت '، انجیل اور زبور وغیرہ آسمانی کتابیں نہیں ہیں۔

عبریہ : انکا خیال ہے محمد الرسول اللہ ﷺ ایک نہایت عقلمند اور دانا انسان تھے رسول نہ تھے۔

فانیہ : انکا خیال ہے کہ قیامت کے کچھ عرصہ بعد جنت اور دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گے۔

زنادقیہ : ان کا خیال ہے کہ معراج روح کی ہوتی ہے بدن کی نہیں۔ اس کے علاوہ قیامت کے بھی منکر ہیں۔

نفطیہ : یہ کہتے ہیں قرآن کریم کلام الٰہی نہیں ہے لیکن اس کے معنی وہی ہیں جو کلام خدا کے ہوتے ہیں۔

قبریہ : یہ گروہ صرف عذاب قبر کا منکر ہے۔ باقی معاملات میں فرقہ جہمیہ کے قدیمی عقائد کا پابند ہے۔

واقفیہ : یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ قرآن کے انسانی کلام ہونے میں تامل ہے۔ ممکن ہے یہ خدا کا کلام ہو۔

فرقہ مرجیہ اور اس کی بارہ شاخیں

اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر ہمیں عذاب وغیرہ سے محض اسلئے ڈراتے ہیں کہ نظامِ عالم قائم رہے۔ خدا بے نیاز ہے اسے کسی کے گناہ اور نیکی کی ضرورت نہیں اس فرقے کے بھی بارہ ٹکڑے ہوگئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

مشبیہ : یہ کہتے ہیں کہ آدمی کو خدا نے اپنی صورت پر تخلیق کیا خدا کی بھی یہی صورت ہے۔

تارکیہ : انکا خیال ہے کہ ہم پر صرف ایمان فرض ہے اور کوئی چیز فرض نہیں۔

شائیہ : یہ کہتے ہیں کہ جس نے لاالہ الااللہ کہہ دیا اس پر عذاب حرام ہوگیا جو جی چاہے کرسکتا ہے۔

راجیہ : انکا خیال ہے کہ بندہ اطاعت سے مقبول نہیں ہوتا اور نہ ہی گناہوں سے عاصی اور لائقِ عذاب ہوسکتا ہے۔

شاکیہ : ان کو اپنے ذاتی ایمان میں شک ہے کیونکہ ان کے خیال میں

روح کا دوسرا نام ایمان ہے۔

نہمیہ : یہ کہتے ہیں کہ علم کا نام ایمان ہے جو امر و نہی نہیں جانتا وہ کافر ہے۔ اور لائقِ عذاب ہے۔

عملیہ : انکا کہنا یہ ہے کہ عمل کا دوسرا نام ایمان ہے اچھا عمل اچھا ایمان، بُرا عمل بُرا ایمان۔

منقوصیہ : یہ کہتے ہیں کہ ایمان کم اور زیادہ ہوتا رہتا ہے۔

ہوتا رہتا ہے۔

مستثنیہ : یہ لوگ صرف اپنے عقیدہ والوں کو مومن جانتے ہیں اور باقی سب کو کافر کہتے ہیں۔

اشریہ : قیاس پر کئے ہوئے گناہ گناہ نہیں ہوتے تاوقتیکہ ثبوت گناہ کے لئے کوئی دلیل نہ ہو۔

بدعیہ : ان کا خیال ہے کہ بادشاہ وقت کی اطاعت ہر لحاظ سے واجب ہے خواہ بادشاہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔

خشویہ : ان کا کہنا یہ ہے کہ واجب، سنت اور مستحب وغیرہ سب

باتیں ایک ہی ہیں۔ کوئی فرق نہیں ہے اور ان کے نزدیک اس میں فرق سمجھنا گمراہ ہو جانا ہے۔

فرقہ خارجیہ اور کی بارہ شاخیں

یہ فرقہ ڈبل عقیدہ رکھتا ہے۔ بعض باتوں میں فرقہ جبریہ سے متفق ہے اور بعض معاملات میں فرقہ مرجیہ کا ہم خیال ہے۔ بہر حال اب یہ بھی بارہ حصوں میں تقسیم ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

ارزقیہ : یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان کسی حال میں بھی خواب میں نیکی نہیں دیکھ سکتا کیونکہ وحی منقطع ہو گئی ہے۔

ریاضیہ : انکا ایمان ہے کہ قول صالح اور نیک اعمال اپنی نیت کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔

لبیہ : انکا عقیدہ یہ ہے۔ کہ ہمارے روزمرہ کے معاملات جو مکمل ہوتے ہیں ان میں خدا کا ہاتھ نہیں ہوتا۔

خازنیہ : یہ کہتے ہیں کہ آج تک کسی نے ایمان کو پہچانا ہی نہیں ہے۔

خلفیہ : ان کا خیال ہے کہ کفار کے مقابلے سے بھاگنا سب سے بڑا کفر ہے خواہ وہ تعداد میں کتنے ہی ہوں۔

کوزیہ : ان کے خیال میں پاکی اس وقت میسر آتی ہے جب بدن کو رگڑ رگڑ کر ملا جائے۔

معتزلیہ : کہتے ہیں کہ شر اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا معراج کوئی چیز نہیں قیامت کے دن بندے خدا کو نہیں دیکھ سکتے۔

کنزیہ : انکا کہنا ہے کہ زکوٰۃ دینا انسان پر فرض نہیں ہے بلکہ اپنے مال کو برباد کرنا ہے۔

دیدیہ : ان کا مذہب یہ ہے کہ کسی نہ دیکھی ہوئی چیز پر بغیر سوچے سمجھے ایمان لانا بیکار ہے۔

محکمیہ : ان کا منشا یہ ہے کہ مخلوق پر اللہ تعالےٰ کو قدرت حاصل نہیں ہے کیونکہ یہ اس کے اختیار سے باہر ہے۔

سراجیہ : یہ کہتے ہیں کہ پرانے نبیوں کے واقعات ہمارے لئے مثال نہیں بن سکتے بلکہ ان واقعات سے انکار واجب ہے۔

اخفیہ : ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اچھے اعمال کا بندہ کو اجر نہیں ملتا کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

فرقہ راضیہ اور اس کی بارہ شاخیں

یہ فرقہ بھی بہت عروج پر تھا اور باقی فرقوں کے مقابلے میں نہایت تیزی کا ساتھ اپنے عقیدہ کی تبلیغ کر رہا تھا۔ مگر میں جانتا تھا کہ اس کی ترقی اور یکجہتی بھی میرے لئے مفید نہیں ہو سکتی اس واسطے دیکھنے والوں دیکھ لیا کہ یہ بھی بارہ حصوں میں تقسیم ہو گیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

علویہ : ان لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبی تھے اور ان کی تعلیم نبوی تعلیم کا درجہ رکھتی ہے۔

ابدیہ : ان کا عقیدہ یہ ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نبی نہیں تھے نبوت کے شریک ضرور تھے۔

شاعیہ : ان کا خیال ہے کہ جو شخص حضرت علیؓ کو تمام صحابہ سے

افضل اور برتر نہ جانے وہ کافر ہے۔

اسحاقیہ : یہ کہتے ہیں کہ نبوت ختم نہیں ہوئی بلکہ وقتاً فوقتاً اللہ تعالے کی طرف سے نبی آتے رہتے ہیں اور آتے رہیں گے۔

زیدیہ : ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نماز کی امامت سوائے اولاد علی کے کسی کو جائز نہیں ہے۔

عباسیہ : یہ گرو حضرت عباس بن عبدالمطلب کے سوائے اور کسی کو امام تسلیم نہیں کرتا۔

امامیہ : ان کا خیال ہے کہ زمین پر ہر وقت کسی امام یا رسولِ خدا کا ہونا یقینی ہے۔

نارسیہ : ان کا ایمان یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی ذات کو اوروں سے افضل سمجھے تو وہ کافر ہے۔

متناسخیہ : یہ کہتے ہیں کہ جان نکلنے کے بعد ایسا ممکن ہے کہ وہی روح کسی دوسرے جسم میں داخل ہو جائے۔

لاعنیہ : یہ گروہ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ و عائشہ صدیقہؓ وغیرہم پر لعنت

کرتا ہے (العیاذ اللہ)

راجعیہ: یہ کہتے ہیں حضرت علی دوبارہ دنیا میں آئیں گے فی الحال ابر میں قیام فرما ہیں۔

مرتضیہ: یہ گروہ اس بات کی حمایت میں ہے کہ بادشاہ اسلام سے ہر حال میں جنگ کرنا جائز ہے۔

ان کے علاوہ گیارہ فرقے

ان ۷۲ فرقوں کی تیاری اور تکمیل کے بعد میں عرصہ تک خاموش رہا مگر جی کو کبھی اطمینان نہ ہوا چنانچہ تیرھویں اور چودھویں صدی میں ان کی تعداد میں گیارہ کا اضافہ اور ہوا جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) کرامیہ (۲) دہریہ (۳) حالیہ

(۴) باطنیہ (۵) اباحیہ (۶) براہمیہ

(۷) شعریہ (۸) سوفطائیہ (۹) فلاسفیہ

(۱۰) سینہ (۱۱) مجوسیہ

ان کے علاوہ جو میرا اپنا پروگرام مرتب ہوا ہے اس میں بھی یہ

چیز زیرِ غور ہے کہ اس تفریق کو اور وسیع کیا جائے اور امید ہے کہ اس کا نتیجہ ۱۹۶۰ء کے آخر تک پیش کر سکوں گا۔

میرے ناموں کی تعداد اور ان کی تفصیل

جب کوئی بڑے مرتبے حاصل کرتا ہے یا تو اسوقت اسکے نام کے ساتھ طرح طرح کے خطاب چسپاں کر دیئے جاتے ہیں۔ اور یا یہ خوش نصیبی اس بد نصیب کے حصہ میں آئی ہے جو بد افعالیوں اور بد نامیوں کی انتہا کو پہنچ گیا ہو لہٰذا یہ فیصلہ تو ناظرین کے ہی سپرد کرتا ہوں کہ میرے نام کے ساتھ طرح طرح کے القاب کیوں تراشے گئے ہیں۔ بہر حال ان دو باتوں میں سے ایک نہ ایک ضرور ہے۔ یا تو یہ کہ میں عالی مرتبت اور رفیع الشان ہوں اور یا پھر انتا ارذل اور نیچ ہوں کہ میرے نام کے ساتھ خطابوں کا دُم چھلا لگا۔ خیر مجھے اس سے بحث نہیں وجہ کچھ بھی ہو لیکن یہ یقینی بات ہے کہ جتنے خطاب مختلف بارگاہوں سے مجھے ملے ہیں شاید آج تک کسی کو میسر نہ آئے ہوں اور چونکہ ان میں سے بعض نام نہایت دلچسپ ہیں اس لئے امید ہے کہ

ناظرین ان کی کیفیت معلوم کر کے محظوظ ہوں گے۔

سب سے پہلے تو یہ سنئے کہ میرے نام اور خطاب اتنے ہیں کہ خود مجھے بھی اچھی طرح یاد نہیں رہے۔ البتہ جتنے نام زیادہ مشہور اور قابلِ ذکر ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

ابلیس: یہ نام پروردگار کا عطیہ ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں اللہ تعالٰی کی مہربانی اور رحمت سے ناامید ہوں۔

ہرمن: اس نام کا منشا یہ ہے کہ ہر قسم کے شر اور فساد کا برپا کرنے والا میں ہوں۔

اہرم: اس کے معنی ہیں سانپ کا منہ۔ گویا یہ اشارہ ہے کہ میں حضرت آدمؑ کو بہکانے کے لئے سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں گیا تھا۔ اس کے علاوہ کنایہ بھی ہے کہ جس طرح سانپ کا منہ زہریلا ہوتا ہے بالکل اسی طرح میرا وجود بھی ہے۔

بومرہ: یہ نیازمند کی کنیت ہے کیونکہ میرے لڑکے کا نام مرہ تھا۔

خبیث: سب جانتے ہیں کہ خبیث نام سے کیسے عزت افزائی ہوتی ہے۔

خناس: اس کے معنی ہیں بھاگنے والے کے۔ گویا میں ذکرِ خدا وغیرہ سے بھاگتا ہوں اور یہ اشارہ بھی ہے کہ میں آسمانی مذہب سے بھاگا تھا۔

خطیب اہل النار: گویا کہ میں ان تمام ناریوں کا خطیب ہوں گا جو میرے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔

شیطان: اس کے معنی دیوکش اور فریب دہندہ کے ہیں اب مطلب آپ خود ہی سمجھ لیجئے۔

شیخ نجدی: اس نام کی ایک خاص وجہ ایک مرتبہ قریش مکہ حضرت محمد ﷺ کے قتل کا مشورہ کر رہے تھے میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ وہ لوگ مجھے دیکھ کر چپ ہو گئے میں نے انھیں یقین دلایا کہ میں بھی تمہارا ہمدرد اور شریک مشورہ ہوں تب انہوں نے مجھ سے نام پوچھا میں نے کہا۔ میں شیخ ہوں۔ شہر نجد کا رہنے والا ہوں اس وقت وہ لوگ مجھے شیخ نجدی کہہ کر خطاب کرنے لگے۔

عزازیل: یہ میرا قومی نام ہے میرے ماں باپ کا تجویز کیا ہوا اور انکارِ سجدہ تک میرا یہی نام رہا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھے پیغمبر آخر الزماں ﷺ نے طلب فرمایا جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرا سخت امتحان لیا گیا۔ ارشاد ہوا کہ ابلیس تجھ سے ایک دلچسپ سوال کا جواب لینا ہے۔ یہ بتا کہ دنیا میں شیاطین کی تعداد کتنی ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے بہت ہی سخت سوال کیا ہے اور مشکل یہ ہے کہ میں آپ کے سامنے سچ بولنے پر مجبور ہوں گو مجھے اس سوال کا جواب دینے سے نقصان پہنچے گا۔ لیکن خیر جب آپ نے دریافت فرمایا ہے تو اب بتانا ہی پڑے گا۔ سنیئے اس کا حساب یہ ہے کہ :۔

کل اولاد آدم سے دس حصہ زیادہ چوپائے حیوان ہیں اور ان دونوں سے دس حصے زیادہ پرند جانور (طیور) ہیں اور ان سب سے دس حصہ زیادہ یاجوج ماجوج ہیں اور ان سب سے دس حصے زیادہ ملائکہ ہیں اور ان سب سے دس حصے زیادہ میرے خاندان والے اور مرید ہیں۔ اب آپ غور فرمالیجئے کہ شیاطین کی تعداد کتنی ہے اور وہ اولاد آدمؑ سے کتنے زیادہ ہیں۔

غوی : اس کے معنی گمراہ کے ہیں۔ گویا نام رکھنے والوں کے خیال میں گمراہ ہوں۔

معلم الملکوت : یہ نام اس لئے ہوگا کہ میں عرصہ تک فرشتوں کا استاد رہا ہوں۔

مرتد : اس کے معنی برگشتہ ہونے والے کے ہیں۔ گویا خطاب دینے والوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ میں مذہب الٰہی سے پھر گیا ہوں۔

مارد : یہ نام بھی اس لئے تجویز ہوا کہ اس کے معنی سرکش دیو کے ہیں۔

شیاطین کی تعداد

میں نے اپنی زندگی کے واقعات میں جگہ جگہ اپنے مشن اور مریدوں کا تذکرہ کیا ہے۔ بہتر ہے کہ اس سلسلہ میں یہ تفصیل بھی بیان کردوں کہ شیاطین یعنی میرے مریدوں اور ساتھیوں کی تعداد کتنی ہے اور کس حساب سے ہے۔

آج کل کیا کر رہا ہوں

جی تو نہیں چاہتا کہ "بھری بزم میں راز کی بات کہہ دوں" لیکن میں انسان کی طرح دھوکے باز نہیں کہ اپنے نقصان کا خیال کر کے جھوٹ بولوں یا اپنی اچھی اچھی باتیں تو بڑے بڑے عنوانات کے ماتحت شاندار الفاظ میں کہہ دوں اور بُری باتیں چھپا لوں۔ جانتا ہوں کہ اس عنوان کے ماتحت میں جو کچھ بھی لکھوں گا۔ اس سے میرے مشن کو بہت نقصان پہنچ جائے گا۔ لیکن کچھ پرواہ نہیں جب اوکھلی میں سر دیا ہے تو موسلوں سے کیا ڈروں گا۔ جو حق بات ہے اسے کیوں چھپاؤں۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں اور پر بھی کرتا ہوں گا۔ اس کے لئے عمر پڑی ہے آج جھوٹ بول کر کیوں "انسان" ہوں اگر میری نئی اسکیمیں اور ہتھکنڈے ظاہر ہو گئے تو کس کی مجال ہے کہ میرے راستے میں روڑا اٹکا سکے۔

سنیئے! آجکل میرے دفتر میں کام کی بہت زیادتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اور میری کمپنی نے ایک ہی وقت میں بے شمار تحریکیں زیرِ عمل کر لی ہیں۔ گو کام کی یہ زیادتی ذاتی طور پر مجھے کچھ

تکلیف نہیں دیتی لیکن ان سب پر کنٹرول میں کافی دقت پیش آ رہی ہے۔

جب موجودہ وقت کیلئے ہماری "مجلس تحریک ساز" مختلف تجاویز پیش کر رہی تھیں۔ تو میں نے بحیثیت صدر کے صرف ایک ہی رائے دی تھی کہ ہم سب کو ہر طرف سے غافل ہو کر صرف مسلمان قوم پر "مہربان" ہونا چاہیئے تاکہ اپنی دیرینہ عداوت کی پیاس بجھا سکیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مجھے اپنے دوستوں کی رائے سے یہ تجویز واپس لینا پڑی۔ کیونکہ ان سب کا مشورہ یہ تھا کہ ہمیں ناانصافی نہ کرنا چاہیئے۔ صرف مسلمان قوم کو منتخب کر کے باقی سب کو آزاد کرنا انصاف کا خون کر دینا ہے۔ کیا باقی قومیں آدم کی اولاد نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو پھر ہمیں اپنے وسیع ذرائع کو حرکت میں لانے سے گریز کی کیا ضرورت ہے۔ بہتر ہے کہ ضرورت کے لحاظ سے یا تو فرداً فرداً انسانوں سے بدلہ لیا جائے یا بحیثیت قوم۔ لیکن اس انتقام کے نشانہ پر ان سب کو لے آنا چاہیئے جن کا تعلق آدم کی اولاد سے ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جغرافیائی حالات پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد ہم نے مختلف ملکوں کے لئے ان کی مناسبت سے مختلف تجاویز منظور کیں ضرورت تو اس بات کی ہے کہ میں ہر ملک کے لئے منظور شدہ حالات کو اس کتاب میں لکھ دوں

لیکن یہ بے نتیجہ سی بات ہے کیونکہ یہ کتاب اردو زبان میں شائع ہو رہی ہے۔ اور اردو سوائے ہندوستان اور پاکستان کے کہیں بھی رائج نہیں ہے۔ پس میں صرف وہ باتیں بیان کروں گا۔ جن کا تعلق ان ملکوں سے ہے۔ یعنی صرف وہ تجویزیں جو ان ملکوں کے باشندوں کے لئے ہماری مجلس تحریک ساز نے تیار کی ہیں۔ ہاں اس کا وعدہ کرتا ہوں کہ جس جس زبان میں مجھے سوانح عمری لکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی رہے گی۔ یا جن زبانوں میں اسے شائع کرنے کے لئے بھیجوں گا۔ وہ زبان جہاں بولی جاتی ہو گی ان سب مقامات کے متعلق تجاویز بھی اس میں درج کروں گا۔ مثلاً کل کو اگر یہ کتاب کسی نے انگریزی میں شائع کی یا کرنے کا ارادہ کیا تو یورپ کے ان تمام خطوں کے حالات بھی بھیج دوں گا۔ جہاں جہاں انگریزی رائج ہے یا اگر جرمن زبان میں کسی شخص نے اس کتاب کا ترجمہ کیا تو جرمنی کے لئے جو تجاویز ہماری مجلس کے زیرِ عمل ہیں وہ صراحت کے ساتھ لکھ دوں گا۔ اسی طرح عربی ' فارسی ترکی ' چینی ' جاپانی ' لاطینی وغیرہ وغیرہ زبانوں کے لئے وہاں کے حالات بھیج سکتا ہوں۔ جس شخص کو ضرورت ہو مجھ سے منگالے۔ فی الحال آپ پاکستان اور ہندوستان کے متعلق تجاویز کے حالات سنیئے۔

یہ تو قریب قریب ناممکن ہے کہ میں اس مختصر سی کتاب میں ان تمام تجویزوں کا حال درج کر دوں جو ان ملکوں کیلئے ہماری مجلس تحریک ساز نے اپنے آئندہ یا موجودہ پروگرام میں شامل کی ہیں۔ تاہم چند اہم تجاویز کا ذکر کر دینا ضروری ہے مثلاً :۔

میں نے اولادِ آدم میں یہ اسپرٹ پیدا کی کہ وہ لباس کے جھگڑے میں نہ پڑیں۔ کیونکہ کپڑے پہننے سے انسانی جسم کو دھوپ نہیں مل سکتی اور دھوپ کا غسل صحت کیلئے ضروری ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ مغرب کے بعض حصوں میں مجھے اس تحریک کا حوصلہ افزا نتیجہ ملا۔ مگر ایشیا کے کم عقل باشندوں نے یہ مشہور کر دیا کہ یہ تحریک اخلاق اور تہذیب کی دشمن ہے تاہم یہ کیسے ممکن تھا کہ میری کوشش رائیگاں جائے۔ دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ بڑے بڑے خاندانوں کی نوجوان لڑکیاں اور عورتیں کوشش کرتی ہیں اس بات کی کہ ان کے جسم کا زیادہ سے زیادہ حصہ ننگا نظر آئے اور لوگ اسے دیکھیں۔ ورنہ آپ ہی بتا دیجئے۔ کہ عریانی کے کیا معنے ہیں۔ آپ سمجھ لیجئے کہ یہ ننگا رہنے کی کوشش وہ لڑکیاں کرتی ہیں۔ جن کی دادی یعنی اماں حوا نے دوسروں سے لباس مانگ کر جنت میں اپنی ستر پوشی کی تھی۔ اس کے علاوہ

میرے مشن کی تعلیم کا بیشتر حصہ آسمانی تعلیم کی ضد پر منحصر ہے۔ اس واسطے آپ ہر معاملے کو سامنے رکھیے اور اندازہ کیجئے کہ اخلاق اور تمدن کیا چاہتا ہے۔ اور میری تعلیم کیا گل کھلا رہی ہے۔ خدا نے بندے سے کہا کہ شراب نہ پی۔ میں نے کہا پی۔ کچھ میری طرف آئے اور کچھ پرانی لکیر کے فقیر ہو کر بن دیکھے خدا کی طرف۔ اُدھر سے زنا۔ جوا۔ فسق و فجور، بے شرمی بے حیائی اور خدا جانے کس کس چیز کی ممانعت ہوئی اور میری طرف سے ان سب چیزوں کے جواز کا پروپیگنڈا ہوا۔ نتیجہ خود دیکھ لیجئے۔ میری طرف کتنے ہیں اور اس خدا کی طرف کتنے ہیں۔ جس کو تمام جہاں پر خدائی کا دعویٰ ہے۔

اگر اس معاملے میں انصافانہ غور کیا تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ انسانی آبادی کا تین چوتھائی حصہ میرے قبضہ میں آچکا ہے۔ اور اگر یہی رفتار رہی اور میرے بھولے بھالے شکار اسی طرح غفلت کی نیند سوتے رہے تو وہ دن دور نہیں جب دنیا والے ۹۹٪ میری تعلیم اور میرے مشن کے مجسم اشتہار بن جائیں گے۔

آخر میں ایک بات اور عرض کر دوں اور وہ یہ کہ میں نے طوالت کے خوف سے اپنے موجودہ اور آئندہ عمل پروگرام کو بیان نہیں کیا ہے۔

کیونکہ وہ بہت ہی طویل ہے۔ اور صرف اس کے لئے موجودہ کتاب سے دوگنی ضخامت کی ضرورت ہے پس میں احتیاطاً تازہ مشاغل کو محفوظ رکھتا ہوں اگر ناظرین نے ضرورت محسوس کی تو انشاء اللہ وہ علیحدہ کتاب کی صورت میں پیش کروں گا۔ جو غالباً موجودہ سے کہیں زیادہ ضخیم ہو گی اور چونکہ آجکل کے واقعات درج کروں گا اس واسطے دلچسپ بھی زیادہ ہو گی۔

میں جانتا ہوں کہ میرے حالات پڑھنے والوں کو ابھی سے میری آئندہ زندگی اور اگلے پروگرام کو سمجھنے کی بیتابی ہو گی لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں قبل از وقت اپنی اسکیم ظاہر کر کے رخنہ اندازی کی دعوت نہیں دینا چاہتا۔

تاہم ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تازہ مشاغل کا ایک ہلکا سا خاکہ بتا دوں۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے اور آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ستمبر ۱۹۳۹ء میں میرے مریدوں نے جرمنی سے ایک نہایت کارآمد آواز بلند کی اور ایک ایسی خون ریز جنگ کی بنیاد رکھی جس کے نتیجہ میں نسل آدم کے کروڑوں لہلہاتے پودے تہس نہس ہو گئے۔ میں نے شروع میں اندازہ لگایا تھا کہ کم از کم دنیا کی ایک چوتھائی آبادی کو اس

تحریک میں مبتلا کر کے فنا کر دوں گا۔ مگر جرمنی کے ایک بزدل مرید نے میری یہ اسکیم کمزور کر دی۔ اور وقت سے پہلے ہی جی چھوڑ بیٹھا۔ بہر حال ۱۹۴۴ء تک اس جنگ میں جو لطف آیا وہ میری معقول کامیابی کہی جا سکتی ہے۔ چونکہ میری یہ اسکیم ادھوری رہ گئی تھی۔ اس لئے جنگ کے خاتمے کے بعد بھی میں نے اپنی تمام فوجوں کیلئے اعلیٰ کمانڈروں کو ہدایات بھیج دیں۔ کہ پھر کسی نہ کسی طرح انسان کو آمادہ فساد کرو اور جلد سے جلد دنیا کی چوتھائی آبادی کو خون میں نہلا دو۔

خدا کا شکر ہے کہ میرے فوجی افسروں نے اس حکم کی اہمیت کو فوراً سمجھ لیا اور ساری دنیا میں ایک ایسی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ کہ اب جس طرف نظر اٹھا کر دیکھئے خون ہی خون نظر آتا ہے اس سلسلے میں نا انصافی ہو گی اگر میں اپنے چینی نمائندوں کی حسنِ کار کردگی کو نہ سراہوں۔ جنھوں نے بڑی جانفشانی کے ساتھ چین میں ایسے حالات پیدا کر دیئے جن کی بدولت اس وسیع و عریض ملک کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ اسی طرح فلسطین۔ یونان۔ ہندوستان۔ برما۔ انڈونیشیا۔ ہالینڈ۔ جاوا وغیرہ بہت سے ممالک میں میرے ساتھیوں اور دوستوں نے جو کار ہائے نمایاں سر انجام دیئے ہیں۔ ان کی تفصیلات بھی انسان ضعیف

البنیان کے کانوں تک پہنچ چکی ہیں۔ اور پھر لطف کی بات یہ ہے۔ کہ ان تمام خونیں حوادث میں اگر چہ ۱۰۰ بر میرا ہاتھ ہے لیکن آپ ہی بتایئے کبھی کسی طرف سے مجھ پر کوئی الزام آیا؟ اسی لئے تو کہتا ہوں کہ یہ مٹی کا پتلہ انسان دعوے تو آسمانی کرتا ہے۔ مگر عقل اتنی بھی نہیں رکھتا۔ کہ اپنے گرد و پیش کے حالات کو صحیح رنگ میں پہچان سکے۔ فلسطین کے خون خرابہ کو یہودیوں کے سر تھوپا جاتا ہے۔ یونان میں عوام کے جذبات کو ملزم گردانتا ہے۔ ہندوستان کے سابقہ فسادات کی ذمہ داری ہندوؤں کی ذہنیت پر ڈالتا ہے۔ برما کی قتل و غارت گری کو انسانوں کی پارٹی بندی کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ انڈونیشیا کی تباہی کا ذمہ دار ہالینڈ کی سامراجی ذہنیت کو ٹھہراتا ہے۔ لور نادان یہ نہیں سمجھتا کہ قصور کٹ پتلی کا نہیں ہوتا۔

بہر حال یہ بات آدم کو تسلیم کر لینی چاہیئے کہ میں نے انتقام کی حقیقت کو پوری طرح سمجھ لیا ہے اور نہایت کامیابی کے ساتھ اپنی اس پیاس کو بجھا رہا ہوں۔ موجودہ دور کے انسان نے بھی میرے کار ہائے نمایاں کو اچھی طرح دیکھا ہے اور جو کچھ اگلے چند برسوں میں کرنے والا ہوں وہ بھی سامنے آجائے گا۔ اگر چہ اس کی تفصیل بتانی

"ابلیسی مشن" کے مفاد کے خلاف ہے۔ تاہم اشارتاً بتائے دیتا ہوں کہ اگر انسان میں کچھ دم خم ہے تو میرے فولادی مشن کو ناکام بنانے کی کوشش کرے۔

میں نے ایک جدید پروگرام کے تحت اپنے چند ہوشیار ساتھیوں کو امریکہ اور روس میں بھیج دیا ہے اور کچھ لوگ انگلینڈ میں مقرر کئے ہیں۔ تینوں پارٹیاں میری بتائی ہوئی سائنٹفک ترکیبوں پر عمل کریں گی اور دنیا کو ایک بار پھر یاد دلا دیں گی کہ ابلیس مرا نہیں زندہ ہے اور اس کا جذبہ انتقام آج تک جوان ہے۔

نامناسب نہ ہوگا اگر اس سلسلہ میں ہندوستان اور پاکستان میں عمل میں لانے والی تحریکوں کی طرف بھی اشارہ کر دوں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہند میں سابقہ فسادات میں جو کسر رہ گئی ہے اسے پورا کرنے کے لئے عوام کے جذبات کو تربیت دوں۔ اس مقصد کیلئے میں نے خاص طور پر کئی عمدہ آدمی ..... منتخب کئے ہیں۔ جن کے نام فی الحال ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ البتہ یہ اشارہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنی تحریک کا سردار میں نے ہند کے ایک ایسے "عقلمند" انسان کو تجویز کیا ہے۔ جس کی بابت ہندی اور پاکستانی اخبارات اکثر اپنے متعصبانہ خیالات کا

اظہار کرتے رہتے ہیں۔ جسے باوجود کافی عقل و دانش رکھنے کے یہ لوگ "دیوانہ لیڈر" کہتے ہیں۔ اور جب یہ کوئی میرے مطلب کی تقریر کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ بکواس کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ تقریر کا ماسٹر ہے اور اپنے مخالفین کو دن میں تارے دکھا دیتا ہے۔ بہر حال مجھے اپنے اس انتخاب پر فخر ہے اور یقین ہے کہ وہ میرا سچا رفیق ثابت ہوگا۔ اور تمام ملک میں ایک نہ ایک دن اس کا "لوہا" مانا جائے گا۔ اگر خدا نے اسے جلدی نہ اٹھا لیا تو میں اس کے ہاتھوں وہ کچھ کرا دوں گا کہ بنی نوع انسان کو اگر اس کی پہلے سے خبر ہو جائے تو خوف کے مارے اس کا دم نکل جائے۔ مجھے اپنے چیلے پر اس لئے بھی فخر ہے۔ کہ وہ ہزار مخالفتوں کے باوجود میری طرح اپنے ارادوں پر اٹل نظر آتا ہے۔ خدا اس کی عمر میں برکت دے اور وہ میرے ناتمام مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں نمایاں امداد دے سکے۔

پاکستان سے بھی میں غافل نہیں ہوں اس ملک کے لوگوں کو ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ان کے پاس "لاحول" کا ہتھیار ہے۔ اس لئے وہ میری گرفت سے بچ رہیں گے۔ میں نے اس ملک میں بھی جگہ جگہ اپنے ایجنٹ مقرر کر دیئے ہیں۔ جنھوں نے باقاعدگی سے اپنا کام شروع

کر دیا ہے اور اکثر مقامات سے ان کی شان دار کامیابیوں کی اطلاعات آرہی ہیں۔ جن کی تفصیل اپنی کسی اگلی کتاب میں بیان کروں گا۔ فی الحال تو پڑھنے والوں سے ایک درخواست ہے کہ وہ میری اس سوانح عمری کو پڑھنے کے بعد فوراً کسی آگ میں پھنکوادیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کتاب میں میں نے جو راز وقت سے پہلے ظاہر کر دیئے ہیں وہ طشت ازبام ہو کر میری ناکامی کا سبب بن جائیں۔ اس سلسلہ میں تمام ناظرین سے وعدہ کرتا ہوں کہ جو لوگ یہ کتاب پڑھنے کے بعد جلا ڈالیں گے یا کسی اندھے کنوئیں میں پھینک دیں گے۔ قیامت کے روز میں ان کے گناہ اپنے کھاتے میں لکھوا کر انھیں جنت میں بھجوادوں گا۔

دوستوں کا دوست

"ابلیس"